معارف کا زر تعاون

ہندوستان میں سالانہ سو روپے فی شمارہ دس روپے

پاکستان میں سالانہ دو سو پچاس روپے

دیگر ممالک میں سالانہ ہوائی ڈاک پچیس پونڈ یا چالیس ڈالر

بحری ڈاک نو پونڈ یا چودہ ڈالر

پاکستان میں ترسیل زر کا پتہ : حافظ محمد یحییٰ شیرستان بلڈنگ

بالمقابل ایس ایم کالج اسٹریچن روڈ۔ کراچی

☆ سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY , AZAMGARH

☆ رسالہ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ اگر کسی مہینہ کے آخر تک رسالہ نہ پہنچے تو اس کی اطلاع اگلے ماہ کے پہلے ہفتہ کے اندر دفتر میں ضرور پہونچ جانی چاہئے اس کے بعد رسالہ بھیجنا ممکن نہ ہوگا۔

☆ خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافہ پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

☆ معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔

☆ کمیشن ۲۵% ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

پرنٹر، پبلیشر، ایڈیٹر۔ ضیاء الدین اصلاحی نے معارف پریس میں چھپوا کر دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ سے شائع کیا۔

جلد ۱۸۸ ماہ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ مطابق ماہ نومبر ۲۰۱۱ء عدد ۵

فہرست مضامین

مقالات

سلسلۂ تاریخ اسلام

۱۔ تاریخ اسلام اول (عہد رسالت) شاہ معین الدین احمد ندوی قیمت ۷۰ روپے

۲۔ " دوم (بنو امیہ) " (کمپیوٹر ایڈیشن) " ۹۰ روپے

۳۔ " سوم (بنی عباس) " " " ۱۱۵ روپے

۴۔ " چہارم " " " " ۱۱۰ روپے

۵۔ تاریخ دولت عثمانیہ اول محمد عزیز (علیگ) " ۱۱۰ روپے

۶۔ " دوم " " ۱۰۵ روپے

شذرات

مولانا عبدالسلام ندویؒ ملک کے مایہ ناز مصنف اور علامہ شبلیؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے، وہ ان کی یادگار دارالمصنفین کے قیام کے ساتھ ہی اس سے وابستہ ہوئے اور مرکر جدا ہوئے، انہوں نے اس کے فروغ کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور مدۃ العمر تصنیف و تالیف میں مشغول رہ کر اس کا علمی وزن و وقار بلند کرتے رہے اور کبھی آستانہ استاد چھوڑنے کا خیال دل میں نہ لائے مگر وہ اپنے کمالات کے لحاظ سے جس درجہ کے مستحق تھے وہ انہیں حاصل نہ ہوسکا، شہرت و مقبولیت خداداد ہے لیکن مولانا کی افتاد طبع کو بھی اس میں دخل تھا، ان کو گوشہ گمنامی سے نکلنا پسند نہیں تھا۔ شہرت اور نام و نمود کی طلب کا تصور بھی ان کے دماغ میں نہ آتا تھا، ایسے میں ظاہر پرست دنیا ان کے فضل و کمال کی قدر کیا کرتی؟ نہ ان کی قدر و عظمت ان کی زندگی میں پہچانی گئی اور نہ مرنے کے بعد۔

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح بازپس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

مولانا عبدالسلام ندوی کی وفات تقریباً نصف صدی پہلے ہوئی تھی، اس زمانے میں آج کل کی طرح نہ آئے دن سمینار ہوتے تھے اور نہ رسالوں کے خاص نمبر شائع ہوتے تھے، رسمی اور نمائشی چیزیں دارالمصنفین کے مزاج کے خلاف ہیں، اس نے علامہ شبلیؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ پر ابھی تک سیمینار نہیں کرایا۔ لیکن ان دونوں پر ملک میں کئی سیمینار ہوئے اور مختلف رسالوں کے علاوہ معارف میں بھی ان پر برابر مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں، مگر اس مثلث کے تیسرے فرد (**ثالث ثلاثۃ**) مولانا عبدالسلامؒ کو پڑھے لکھے لوگ بھی بھولتے جارہے تھے اور نئی نسل تو ان کے نام سے بھی واقف نہیں ہے۔ ممبئی کی علم و ادب نواز سرزمین کو پہلی بار ان پر سیمینار کرانے کا شرف **حاصل ہوا۔ اس کا تعلق** دارالمصنفین شبلی اکیڈمی سے بہت پرانا ہے۔ علامہ شبلیؒ تو اس کے عاشق و شیدائی تھے۔

نثارِ بمبئی کن ہر متاعِ کہنہ و نو را طراز مسندِ جمشید و فرِ تاجِ خسرو را
بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نہ خواہی یافت کنارِ آب چوپاٹی و گلگشت اپالو را

اسی عروس البلاد کے ایک پرسکون اور خوشنما مقام اور چوپاٹی اور اپالو کی فرحت بخش فضا میں انہیں اپنی مہتم بالشان تصنیف سیرۃ النبیؐ لکھنے میں بڑا لطف و انبساط ملتا تھا اور یہیں مولانا عبدالسلام ندویؒ ان کے لٹریری اسسٹنٹ تھے۔

دس برس پہلے ممبئی یونیورسٹی کے زیر اہتمام ڈاکٹر عبدالستار دلوی سابق صدر شعبہ اردو ممبئی یونیورسٹی نے حاجی صابو صدیق کمپلیکس کے اللطیفی ہال میں علامہ شبلیؒ پر کامیاب سیمینار کرایا تھا اور اب اسی ہال میں ان کے شاگرد رشید مولانا عبدالسلام ندویؒ کی بھولی بسری شخصیت پر ۱۳-۱۴ اکتوبر کو ایک سیمینار ہوا جو ان ہی کے خانوادے کے جناب محمد ہارون کی دلچسپی، محنت اور لگن کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔ وہ بچپن ہی سے ممبئی میں مقیم ہیں اور اب صابو صدیق پالیٹکنک کے پرنسپل کے عہدے سے وظیفہ یاب ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ ہم انجمن اسلام ممبئی کے نہایت فعال اور ہر دلعزیز صدر ڈاکٹر **محمد اسحاق** جمخانہ والا کو بھی مبارک باد دیتے ہیں جن کے اشتراک سے یہ سیمینار کامیاب ہوا۔ محمد ہارون صاحب نے دارالمصنفین کی طرف بھی تعاون کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا، اس نے امکان بھر مدد سے دریغ نہیں کیا۔ راقم اور اس کے رفقاء مولوی حافظ عمیر الصدیق ندوی، مولوی محمد عارف عمری اور **ڈاکٹر محمد الیاس** الاعظمی سیمینار میں شریک ہوئے اور مقالے پڑھ کر داد و تحسین حاصل کی۔ **ممبئی کے لوگوں میں حکیم محمد** مختار اصلاحی، رضوان فاروقی، معین الحق چودھری، ابو عاصم اعظمی، ارشد صدیقی، ابوصالح انصاری، ظفر الاسلام شاہد، عبدالغنی اطلس والا اور رضوان حارث وغیرہ نے تعاون کیا۔ مولانا ابوظفر حسان ندوی، مولانا مستقیم احسن اعظمی، پروفیسر خورشید نعمانی، شمیم طارق، عبدالاحد ساز، ڈاکٹر یونس اگاسکر، سلیمان اعظمی و دیان اعظمی اور مولانا کے خاندانی اعزہ محمد شمیم، محمد زکریا اور رئیس بن ہارون اور بعض دوسرے لوگ جن کے نام یاد نہیں، اس سیمینار کے درمیان بہت سرگرم رہے۔

سیمینار کے چار اجلاس **ہوئے۔ افتتاحی** اجلاس کی صدارت پروفیسر عبدالمغنی سابق وائس چانسلر متھلا یونیورسٹی نے کی اور پروفیسر کبیر احمد جائسی، ڈاکٹر خلیق انجم، شمیم طارق اور راقم نے خطاب کیا اور نظامت مولانا ابوظفر حسان خان ندوی نے دلچسپ اور والہانہ انداز میں کی۔ سیمینار میں پڑھے جانے والے مقالات کا مجموعہ چھپ گیا تھا جس کا اجرا اسی اجلاس میں ڈاکٹر محمد اسحاق جمخانہ والا کے دست ہوا۔ مقالات کے جلسے بالترتیب پروفیسر فضیل جعفری مدیر انقلاب، پروفیسر محمد شمیم جیراج پوری وائس چانسلر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد اور ڈاکٹر محمد اسحاق جمخانہ والا کی صدارت میں ہوئے۔ پروفیسر کبیر احمد جائسی، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، مولانا عمیر الصدیق ندوی، مولانا محمد عارف عمری، پروفیسر عبدالمغنی، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر خورشید نعمانی، پروفیسر شعیب اعظمی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی اور

خاکسار نے مولانا عبدالسلام ندویؒ کی زندگی اور کارناموں کے مختلف پہلوؤں پر مقالات پڑھے لیکن ان پر بحث و گفتگو نہیں ہوئی۔ بعض مقررین اور مولانا کے ایک عزیز نے مولانا کی بعض غیر مطبوعہ تصانیف کی اشاعت پر بڑا زور دیا۔ حالانکہ ان میں بعض ناتمام ہیں اور بعض کے حصے کسی نہ کسی صورت میں طبع ہو گئے ہیں، لیکن مولانا کی کئی تصانیف دارالمصنفین کے بجائے دوسرے ناشروں نے شائع کی تھیں اور وہ اب ناپید ہو گئی ہیں ان کی اشاعت کا انہیں خیال نہیں آیا، دارالمصنفین مولانا عبدالسلامؒ اور اپنے دوسرے بزرگوں کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصنیفات کی اشاعت کا مصمم ارادہ رکھتا ہے لیکن اس کی مشکلات اور مجبوریوں پر بھی نظر رہنی چاہئے، باتیں کہنا تو آسان ہے، پروفیسر جیراج پوری نے اسی لئے اس کو ترقی دینے کی جانب توجہ دلائی جو اصلی اور مقدم کام ہے، اس کے بعد دوسرے مراحل بھی طے ہو جائیں گے۔

احمد آباد میں حضرت پیر محمد شاہؒ کی درگاہ مرجع خلائق ہے۔ اس کا کتب خانہ مخطوطات اور بہت قیمتی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اب یہ پروفیسر محی الدین بمبئی والا اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے ریسرچ سینٹر اور اہل علم و محققین کی توجہ کا مرکز ہو گیا ہے اور درگاہ شریف ٹرسٹ کے زیر اہتمام علمی سیمینار بھی منعقد ہوتے ہیں۔ ۱۴ تا ۱۶/ اکتوبر کو "قرون وسطی کے گجرات میں تہذیبی اور علمی سرگرمیوں" کے موضوع پر ایک کل ہند سیمینار ہوا۔ جس کا افتتاح آقائی ڈاکٹر مظہری (ایران) نے کیا، دوسری رسمی کارروائیوں میں ڈاکٹر ضیاء الدین ڈیسائی کا کلیدی خطبہ قابل توجہ تھا۔ اسی موقع پر "اقدس ہال" کا افتتاح بھی ہوا، مقالات کے آٹھ جلسے مختلف اہل علم کی صدارت میں ہوئے۔ دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر امیر حسن عابدی، پرفیسر شریف حسین قاسمی، پروفیسر عبدالحق، جامعہ ملیہ اسلامیہ، کے پروفیسر شعیب اعظمی، ڈاکٹر عراق رضا زیدی، علی گڑھ کے پروفیسر اقتدار حسین، ناگپور کے ڈاکٹر سید عبدالرحیم، ممبئی کے ڈاکٹر نورالسعید اختر، جھارکھنڈ کے ڈاکٹر حسن عباس، بڑودہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر مقصود احمد، دارالعلوم اسلامیہ عربیہ تاراپور کے مولانا عبدالاحد قاسمی، اور مقامی لوگوں میں ڈاکٹر بی، اے ترمذی، پروفیسر ایم۔ ایم عباسی، ڈاکٹر نثار احمد انصاری وغیرہ اور بعض ہندو اہل قلم نے مقالے پڑھے۔ جن سے اندازہ ہوا کہ قرون وسطی میں گجرات کی علمی، ادبی اور دینی سرگرمیاں بڑی تابناک تھیں۔ راقم نے ایک جلسہ کی صدارت کی "اور گجرات میں علم حدیث ...... اور عبدالمالک بنیانی" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

مقالات

قرآن اور کائنات میں مطابقت

اور اس کے بعض اسرار و حقائق

از مولانا محمد شہاب الدین ندوی٭

اسلام کے چند بنیادی عقائد میں سے دو اہم عقیدے یہ ہیں: اول یہ کہ اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا خالق اور کارساز ہے اور دوم یہ کہ وہ اپنی تخلیقات کی کارکردگی اور ان کی اندرونی کیفیت سے بخوبی واقف ہے۔ یعنی اس عالم آب و خاک کی کوئی بات اور کوئی حقیقت ایسی نہیں ہے جو اس سے مخفی ہو۔ اہلِ اسلام ان دونوں باتوں کو بغیر کسی دلیل کے مانتے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاکر اسے ایک بار اپنا رب اور معبود مان لیتا ہے تو اسے ان دونوں باتوں پر یقین کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس ایک منکر خدا کو ان دونوں باتوں کا یقین دلانے کے لئے دلیل و استدلال کی ضرورت پڑتی ہے۔

انسان کے لئے ایک امتحان اور چیلنج

لہذا باری تعالیٰ نے اپنا وجود منوانے کی غرض سے دو طریقے اختیار کئے: اول یہ کہ اس کائنات اور اس کے مظاہر کی تخلیق اس انداز سے کی کہ جب انسان مظاہر کائنات کی مشنری میں غور و خوض کرے تو ان میں موجود بعض ظاہری اسباب و علل تک اس کی رسائی ہو جائے، جس کے نتیجے میں وہ ان مظاہر کے مادی فوائد سے

٭ دسواں مین روڈ، بی ٹی ایم لے آؤٹ، بنگلور ۲۹

مستفید تو ہو مگر یہ مظاہر و موجودات عالم اس کے لئے پر اسرار یا طلسم ہوش ربا بنے رہیں۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک مظہر فطرت "خلاقیت" کا ایک عجیب و غریب کرشمہ نظر آتا ہے جس کی کنہ و حقیقت یا اس کی باطنی کیفیت سمجھنے سے پورا عالم انسانی یا دنیائے سائنس عاجز و بے بس ہے، چاہے وہ ایک ننھا سا ایٹم ہو یا ایک نظام شمسی، مفرد عناصر ہوں یا زندگی کا ایک واحد یونٹ (خلیہ یا سیل) سالمہ (مالے کیول) ہو یا مادہ حیات (پروٹوپلازم)، بجلی ہو یا بادل کڑکا، مادہ ہو یا توانائی، روح ہو یا اس کے مظاہر (جیسے سماعت و بصارت، عقل و شعور، حافظہ و غور و فکر وغیرہ)۔

غرض انسان کسی بھی چیز کی اصل حقیقت و ماہیت سمجھنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ نقاش فطرت نے اپنا وجود منوانے کی غرض سے ہر جگہ اور ہر سمت میں میل کے پتھر نصب کر رکھے ہیں، جو ایک خلاق اور حیرت انگیز ہستی کے وجود کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ حقیقت تمام سائنسی علوم کے مطالعے کا حاصل ہے۔ چنانچہ پوری دنیائے سائنس اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ مظاہر عالم حیرت انگیز اور پُر اسرار ہیں، جن کی اصل حقیقت سمجھنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان اشیائے عالم کی چند ظاہری علتوں سے واقف ہو کر انہیں صرف برت سکتا ہے اور ان میں ودیعت شدہ مادی فوائد سے استفادہ کر کے ٹکنالوجی کے میدان میں بعض کارنامے انجام دے سکتا ہے۔ باقی رہی ان اشیاء کی اندرونی حالت و کیفیت اور ان کا ہزار ہا اختلافات کے باوجود باہمی تعامل کرنے کا حال تو یہ ایک راز ربوبیت اور سر نہاں ہے جو انسان کے لئے ایک معمہ اور چیستان ہے۔ انسان تو یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے؟ یہ رنگا رنگ کائنات کس طرح وجود میں آئی

اور حیات کا آغاز کس طرح ہوا؟ خود زندگی بذات خود ایک پُر اسرار شے ہے اور دنیائے سائنس بالکل نہیں جانتی کہ مردہ عناصر میں زندگی کس طرح رونما ہو گئی؟ اس سے بھی بڑھ کر یہ واقعہ کہ روح کے جو مظاہر ہیں جیسے دیکھنا، سننا، محسوس کرنا، ادراک، تفکر اور حافظہ وغیرہ قوائے باطنی وہ کس طرح ظہور پذیر ہو گئے، جب کہ مادی عناصر میں ان کا کوئی وجود نہیں ہے؟ چنانچہ دنیا کا کوئی بھی سائنس داں مادی عناصر یا مٹی کا تجزیہ کر کے یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ روحانی مظاہر کہاں اور کس طرح اس میں سرایت کئے ہوئے ہیں؟ ان مظاہر کو (جو ایک فوق الطبیعی ہستی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں) محض ایک کیمیائی ری ایکشن کہنا ایک بھونڈا سا مذاق ہے جو ایک غیر سائنٹفک بات یا ایک خلاف عقل چیز ہے۔ "عقلیت" پسندی کا دعویٰ کرنے والوں کو ان حقائق کا معقول جواب دینا چاہئے۔

واقعہ یہ ہے کہ جدید فلاسفہ اور ان کے حواری اہل مذہب پر "غیر معقول" عقیدے رکھنے کی جس طرح پھبتی کستے ہیں ان سے بڑھ کر غیر معقول عقیدوں میں وہ خود ہی بری طرح مبتلا ہیں۔

غرض یہ کائنات انسان کے لئے ایک امتحان ہی نہیں بلکہ اس کی عقل و دانش کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج بھی ہے کہ وہ اگر خود کو بہت بڑا دانشور اور محقق سمجھتا ہے تو پھر وہ ان کائناتی معموں کا حل کر کے اپنی دانشوری اور ہمہ دانی کا ثبوت پیش کرے۔

کتاب الٰہی کا ایک انوکھا روپ کارساز عالم نے اپنا وجود منوانے کے لئے دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اس نے اپنے چند منتخب بندوں پر "الکتاب" نازل کی جس میں نوع انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ضابطۂ حیات عطا کئے جانے کے ساتھ ساتھ نظام فطرت کے اصول و کلیات بھی بیان کئے، جن کے ذریعہ ان دونوں (یعنی کائنات اور الکتاب یا فطرت و شریعت) کی مطابقت و ہمنوائی بھی ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ اس محیر العقول کائنات اور

اس کے پُراسرار مظاہر کے مشاہدے سے ایک زبردست اور بے مثال قدرت والی ہستی کا وجود ثابت ہوتا ہے تو دوسری طرف الکتاب کے مطالعے سے ایک ہمہ داں (علام الغیوب) ہستی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ الکتاب آج ہمارے سامنے قرآن عظیم کے روپ میں موجود ہے، جس میں اس مادی کائنات کے تمام بنیادی ضوابط اور اس کے اسرار سربستہ مذکور ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ (نمل: ۷۵)

زمین اور آسمان کا کوئی بھید ایسا نہیں ہے جو (اس) کتاب روشن میں موجود ہو

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ (فرقان: ۶)

کہدو کہ اس کتاب کو اس نے نازل کیا ہے جو زمین اور آسمانوں کے (تمام) اسرار کو جاننے والا ہے۔

أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ۔ (عنکبوت: ۱۰)

توکیا اللہ کائنات کے سینے میں مذکور (خفیہ) باتوں کو اچھی طرح جاننے والا نہیں ہے؟

یہ تینوں آیتیں ایک ہی حقیقت کا اظہار کر رہی ہیں کہ باری تعالیٰ اس کائنات کے تمام رازوں اور اس کے اسرار سربستہ سے بخوبی واقف ہے۔ چنانچہ آخری آیت کی صداقت اسی وقت ظاہر ہوسکتی ہے جب کہ قرآن اور کائنات دونوں کے حقائق کا موازنہ کرکے ان دونوں میں تطبیق دی جائے جس کے نتیجے میں قرآن عظیم کا علمی اعجاز ظاہر ہوتا ہے اور سائنسی نقطہ نظر سے ایک علام الغیوب ہستی کا اثبات ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایک فوق الطبیعی ہستی ضرور

موجود ہے جس نے اپنی تخلیقات کے تمام بھید اپنی کتاب حکمت میں پہلے ہی سے درج کر رکھے ہیں تاکہ تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں صحیفہ الٰہی کی صداقت ثابت ہوسکے۔ اس اعتبار سے قرآن اور کائنات کی مطابقت سے ایک خدائے خلاق و پُرجلال ہستی کا اثبات خالص سائنٹفک نقطہ نظر سے ہوتا ہے جو سارے عالم انسانی کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے:

أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ (نمل: ۲۵)

کیا یہ لوگ اس اللہ کے آگے سجدہ ریز نہیں ہوں گے جو زمین اور آسمانوں کی پوشیدہ چیزوں کو ظاہر کرتا ہے؛ (اسی طرح) وہ تمہارے خفیہ اور ظاہری تمام باتوں کو بھی جانتا ہے۔

چنانچہ یہ حقائق دوسرے اسالیب میں اس طرح مذکور ہیں:

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ أَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللَّهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (آل عمران: ۲۹)

کہہ دو کہ تم اگر کوئی بات اپنے سینوں میں چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ (ہر حال میں) اسے جانتا ہے (اسی طرح) وہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ موجود ہے اسے بھی بخوبی جانتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَٰلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ

(اے مخاطب) کیا تجھے علم نہیں ہے کہ اللہ زمین اور آسمان کی تمام باتوں کو جانتا ہے؟ یقیناً یہ سب کچھ ایک

یَسِیْرٌ۔ (حج: ۷۰)

کتاب میں مذکور ہے اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ (ملک: ۱۴)

کیا وہ یہ نہیں جانتا جس نے (تمام مظاہر کائنات کو) پیدا کیا ہے، حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور (ہر چیز کی) خبر رکھنے والا ہے۔

کائنات کی تخلیق میں حکمت و مصلحت

اسی وجہ سے یہ پوری کائنات ایک منصوبہ بند عمل دکھائی دیتی ہے اور اس میں موجود تمام حقائق بتدریج خدائی اسکیم کے مطابق ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔ اس مظاہرہ ربوبیت کے مشاہدے سے ایک منصوبہ ساز ہستی کے وجود کا بھی پتہ چلتا ہے جو انتہائی حکمت والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ چنانچہ ان مظاہرِ ربوبیت کے ذریعہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کائنات خود بخود یا الل ٹپ وجود میں نہیں آگئی ہے جیسا کہ منکرین خدا کا ادعا ہے، بلکہ یہ ایک قادر مطلق ہستی کی کرشمہ سازیوں کا نتیجہ ہے، اسی بنا پر اس کائنات کو انتہائی درجہ حکمت و مصلحت اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے اور اس میں جگہ جگہ وجود باری کے "نشانات" یا دلائل ربوبیت رکھ دئے گئے ہیں جو وقتاً فوقتاً نوع انسانی کو متنبہ کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ خدائی نشانیاں سائنسی تحقیقات و اکتشافات کے ذریعہ سامنے آ رہی ہیں جو منکرین خدا کے لئے حجت ہیں۔

غرض اس کائنات کی تخلیق جس طرح حکمت و مصلحت کے ساتھ کی گئی ہے بالکل اسی طرح قرآن عظیم کو بھی حکمت و مصلحت کے ساتھ اتارا گیا ہے، تاکہ وہ ان دونوں کے ذریعہ اپنی خلاقیت اور ہمہ دانی ثابت کر سکے، جو خدا کا انکار کرنے والوں کے لئے تنبیہ و انتباہ کا

درجہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس حکمت و منصوبہ بندی کی تعبیر کتاب الٰہی میں لفظ "الحق" کے ذریعہ کی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ (انعام: ۷۳)

وہی ہے (تمہارا معبود) جس نے زمین اور آسمانوں کو حقانیت (یا حکمت و مصلحت) کے ساتھ پیدا کیا۔

واضح رہے لفظ حق کے کئی معانی آتے ہیں جیسے: (۱) صحیح اور ثابت شدہ بات جو باطل کی ضد ہے (۲) لامحالہ طور پر واقع ہونے والی چیز (۳) حقوق العباد سے متعلق۔ (۴) علم صحیح (۵) سچائی (۶) واضح بات (۷) وہ حکمت جس کے لئے کوئی کام کیا گیا ہو۔ (والحق الحکمۃ التی فعل الفعل بھا)[1]

امام راغب اصفہانی تحریر کرتے ہیں کہ لفظ حق کی اصل مطابقت و موافقت ہے۔ (اصل الحق المطابقۃ والموافقۃ) اور اس کی کئی صورتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی ایسی ایجاد جو حکمت کی مقتضی ہو۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ہر فعل حق ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے:

ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ (یونس: ۵)

وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ یہ سب کچھ اللہ نے حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا، چنانچہ وہ اپنی نشانیاں اہل علم کے لئے

کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

اس موقع پر لفظ "آیات" سے مراد اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قوت تخلیق اور اس کی قدرت و ربوبیت کی وہ نشانیاں یا دلائل ہیں جو صحیفہ فطرت اور اس کے نظاموں میں سمو دی گئی ہیں اور وہ نظام ہائے فطرت کے مطالعے اور ان کی چھان بین کے بعد اہل علم کے سامنے آتے ہیں۔ چنانچہ کارساز عالم نے اپنا وجود اور اپنی خلاقیت ثابت کرنے کی غرض سے صحیفہ فطرت میں قدم قدم پر میل کے پتھر (آیات) نصب کردئے ہیں جو ایک عظیم اور محیر العقول ہستی اور اس کی حیرت ناک کارگزاریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ان مظاہر ربوبیت کے ملاحظے سے ہر قسم کے شرک اور ہر طرح کی مظاہر پرستیوں کا رد و ابطال ہوتا ہے جس طرح کہ الحاد و مادیت کی بھی بھرپور تردید ہوتی ہے جو حقیقتاً شرک ہی کا ایک روپ ہے کیونکہ مادہ پرستوں نے خدا کی جگہ "مادہ" بٹھا دیا ہے۔ چنانچہ وہ "خدا سب کچھ کرتا ہے" کہنے کے بجائے یوں کہتے ہیں کہ "مادہ سب کچھ کرتا ہے"۔ یعنی مادہ ہی سب کچھ ہے جو نہ صرف اپنی علت آپ ہے بلکہ وہ ہر چیز کی علت ہے اور تمام چیزیں اسی کے بطن سے جنم لیتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے بڑا شرک اور کیا ہوسکتا ہے جو روایتی قسم کے شرک سے زیادہ سنگین ہے۔ اس اعتبار سے موجودہ ملحدین و مادہ پرست روایتی قسم کے مشرکین سے زیادہ بدتر نظر آتے ہیں۔ اسی لئے کلام الٰہی میں زمین اور آسمانوں یا مظاہر کائنات کی حکمت تخلیق کو شرک اور مظاہر پرستی کی تردید کے طور پر پیش کیا گیا ہے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ (نحل: ۳)

اس نے زمین اور آسمانوں کو (پوری) حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ لہٰذا وہ (ان منکرین حق

کے شرک (اور ان کی بدعقیدگیوں) سے پاک ہے۔

اسی لئے ایک دوسرے موقع پر باری تعالیٰ کی اس حکمت تخلیق یا اس کی منصوبہ بندی کا انکار کرنے یا اس پر یقین نہ کرنے والوں کو ڈرایا گیا ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو انہیں تہس نہس کرکے دوسری قوم کو پیدا کرے گا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ (ابراہیم: ۱۹)

(اے مخاطب) کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے گا تو تم کو ختم کرکے کوئی نئی مخلوق لے آئے گا

تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں آج یہ خدائی حکمت و مصلحت یا اس کی منصوبہ بندی پوری طرح کھل کر سامنے آگئی ہے۔ چنانچہ قرآن اور کائنات کی تطبیق سے قدم قدم پر اس کا مظاہرہ و مشاہدہ عین الیقین اور حق الیقین کی طرح ہو رہا ہے اور اس حقیقت کا انکار کوئی اندھا و بہرا شخص ہی کرسکتا ہے جو کسی بھی دلیل کو ماننے کے لئے تیار نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ جو چیز اتفاقی طور پر یا از خود وجود میں آجائے اس میں حکمت و مصلحت یا منصوبہ بندی نہیں ہوسکتی اس میں قوانین و ضوابط نہیں ہوسکتے، اس میں نظم و نسق نہیں ہوسکتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا دیگر مظاہر موجودات کے ساتھ تال میل نہیں ہوسکتا اور وہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا مختلف اشیائے عالم کے نظاموں میں ان کی بظاہر بے ترتیبی اور تضادات کے باوجود حیرت انگیز ربط و ضبط کا پایا جانا حکمت تخلیق پر دلالت کرتا ہے اور اس نفیس ترین نظام کے ملاحظے سے ایک بے انتہا حکمت والی اور دانا ہستی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

غرض خالق کائنات نے اپنا وبود ثابت کرنے کی غرض سے صحیفۂ فطرت اور اس کے نظاموں میں ہر جگہ اپنی نشانیاں (آیات) رکھ چھوڑی ہیں، جو غور وفکر اور تلاش وجستجو سے ہمارے سامنے آتی ہیں اور یہ نشانیاں جدید تحقیقات واکتشافات کی روشنی میں آج اہلِ ایمان کی دل بستگی اور منکرین ومعاندین کے لئے تنبیہ کا درجہ رکھتی ہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔
(عنکبوت : ۴۴)

اللہ نے زمین اور آسمانوں کو حقانیت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے۔

حاصل یہ کہ یہ کائنات خود بخود وجود میں نہیں آگئی ہے، بلکہ ایک زبردست اور بے مثال قدرت والی ہستی نے اسے عدم سے وجود میں لایا ہے اور وہی اس پوری کائنات کی رب اور معبود ہے۔ لہٰذا نوع انسانی کو اپنے خالق ومعبود کو پہچان کر اس کی الوہیت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جو ہستی اس کائنات کی خالق اور کارساز ہو وہی عبادت وبندگی کے لائق ہے اور یہ کوئی دقیانوسی عقیدہ نہیں بلکہ ایک سائنٹفک حقیقت اور مطالعۂ کائنات کا حاصل ہے۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ
شَيْءٍ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ
(مومن : ۶۲)

وہی ہے اللہ تمہارا رب جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ موجود نہیں ہے، پس تم کہاں بہکے جارہے ہو؟

قرآنِ حکیم چونکہ ایک ابدی وسرمدی صحیفہ ہے اس لئے اس کی ابدی آیات ہر دور میں اپنے جلوے دکھاتی رہتی ہیں اس لحاظ سے وہ ہمیشہ اپ ٹو ڈیٹ اور سدا بہار رہے گا۔ یعنی

وہ ہر دور کے علمی معیار پر کھرا اترتا رہے گا، کیونکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے، جس کی نظروں سے اس کائنات کی کوئی چیز اور اس کا کوئی واقعہ اوجھل نہیں ہوسکتا۔ چاہے وہ ماضی وحال سے متعلق ہو یا مستقبل سے۔

کتاب الٰہی میں حکمت ومصلحت جس طرح یہ کائنات حکمت ومصلحت اور مکمل منصوبے کے ساتھ پیدا کی گئی ہے بالکل اسی طرح کتاب الٰہی کا نزول بھی پوری حکمت ومصلحت اور کامل منصوبہ بندی کے ساتھ ہوا ہے تاکہ وہ مستقبل کے فکری ونظریاتی تھپیڑوں یا فلسفیانہ طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا رہبرانہ کردار برابر ادا کرتا رہے اسی لئے اس کتاب حکمت کو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق کیل کانٹے سے پوری طرح لیس کردیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق حکمت ودانش کی باتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں جو غور وفکر کے باعث سامنے آتی ہیں۔ اسی بنا پر اس کو "حکمت والی کتاب" بھی کہا گیا ہے، جس طرح کہ اس کا نازل کرنے والا بھی حکمت والا اور صاحب دانش ہے۔

الٓمّٓ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ۔
(لقمان : ۱-۲)

الف، لام، میم۔ یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔

يٰسٓ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ اِنَّكَ
لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (یٰسین : ۱-۳)

یاسین، یہ حکمت بھرا قرآن شاہد ہے کہ آپ یقیناً رسول ہیں۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ
الْحَكِيْمِ (زمر : ۱)

یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو زبردست اور حکمت والا ہے۔

وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ

آپ یہ قرآن ایک حکمت والے اور

حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ ۔ (نمل: ۶)

ہمہ داں ہستی کی طرف سے حاصل کر رہے ہیں۔

چنانچہ اس کتاب حکمت میں فکری و نظری (فلسفیانہ) اور شرعی و اخلاقی ہر قسم کے مسائل میں "حق بات" مذکور ہے جو عقلی معیار پر کھری اترتی ہے۔ اس اعتبار سے کتاب الٰہی فطرت و شریعت کی آمیزش کا ایک بے بہا مجموعہ ہے، جس کی کوئی دوسری مثال اس عالم آب و گل میں موجود نہیں ہے۔ اس کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس طرح سابقہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل شدہ صحیفوں میں مذکور "حق بات" (الکتاب کے مختلف حصوں) کی تصدیق کرتی ہے اسی طرح وہ نظام کائنات میں مذکور "حق" کی بھی تصدیق کرتی ہے کیونکہ کائنات اور الکتاب دونوں کو حقانیت یا حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں تطبیق کے باعث "الحق" کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ چنانچہ سابقہ صحیفوں کی تصدیق کے سلسلے میں ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُھَیْمِنًا عَلَیْہِ فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَھُمْ عَمَّا جَاءَکَ مِنَ الْحَقِّ (مائدہ: ۴۸)

ہم نے آپ پر یہ کتاب حقانیت (حکمت و مصلحت) کے ساتھ نازل کی ہے جو اس سے پہلے اتارے گئے (الکتاب کے مختلف حصوں (جیسے تورات اور انجیل وغیرہ) کی تصدیق کرنے والی ہے اور وہ سابقہ صحیفوں پر حاکم ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کے درمیان اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلہ کیجئے اور جو حق درست

بات آپ کے پاس آچکی ہے اس سے منھ موڑ کر ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے۔

واضح رہے اس موقع پر پہلی جگہ الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور دوسری جگہ اس سے مراد ایک اسم جنس ہے، جس کے مختلف حصے سابقہ انبیائے کرام کو عطا کئے گئے تھے۔ جیسا کہ قرآن حکیم کی بعض دیگر آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتَابَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ (حدید: ۲۵)

ہم نے اپنے رسولوں کو یقیناً واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی ہے تاکہ لوگ اعتدال کے ساتھ (جادۂ حق پر) قائم رہیں۔

اب رہی بات نظام کائنات میں مذکور حق کی تصدیق کی تو اس بارے میں ارشاد ہے:

وَمَا کَانَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَتَفْصِیْلَ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (یونس: ۳۷)

یہ قرآن ایسا نہیں ہے جسے اللہ کے سوا کوئی دوسرا گھڑ کر پیش کرے لیکن یہ اپنے سامنے موجود (حق) کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے (لہٰذا) اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رب العالمین کی جانب سے ہے (کیونکہ وہ غیبی خبروں سے بھرا ہوا ہے)،

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

(یوسف: ۱۱۱)

یہ کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے لیکن وہ اپنے سامنے والی (حقیقت) کی تصدیق ہے جس میں ہر چیز کی تفصیل مذکور ہے (لہذا) وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ۔

(فاطر: ۳۱)

اور ہم نے وحی کے ذریعہ الکتاب کا جو حصہ (قرآن) آپ کے پاس بھیجا ہے وہ برحق ہے جو اپنے سامنے والی (حقیقت) کی موافقت کرتا ہے۔ اللہ یقیناً اپنے بندوں (کے حالات) سے باخبر اور ان پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ (لہذا وہ اپنے بندوں کے حالات کے مطابق الکتاب کے مختلف حصے نازل کرتا رہا ہے)

راقم کی نظر میں ان مواقع پر غالباً نظام کائنات میں موجود "حق" کی طرف اشارہ ہے۔ اور خاص کر آخری آیت نظام کائنات کے تذکرہ کے بعد وارد ہوئی ہے۔ واضح رہے پہلی آیت میں "کتاب کی تفصیل" سے مراد دوسری آیت کے مطابق "ہر چیز کی تفصیل" ہے جو نظام فطرت اور نظام شریعت پر محیط ہو سکتی ہے۔ نیز اس کے علاوہ ایک اور حقیقت جو ان آیات میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ کسی گھڑے ہوئے کلام میں نظام کائنات کے حقائق یا غیبی خبریں مذکور نہیں

ہو سکتیں جن کی حقیقت صدیوں بعد کی تحقیقات کے ذریعہ سامنے آنے والی ہو ظاہر ہے کہ کوئی انسان مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا احاطہ کر کے ان کی تفصیل اس طرح نہیں کر سکتا کہ ان میں سر مو بھی فرق نہ ہو۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ

(انعام: ۳۸)

ہم نے اس کتاب میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔

(نحل: ۸۹)

ہم نے آپ پر وہ کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت، رحمت اور خوش خبری ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

(اعراف: ۵۲)

اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب بھیج دی ہے جس کو ہم نے (اپنے) علم کی بنا پر مفصل کر دیا ہے (تاکہ وہ) ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا باعث بن سکے۔

قرآن اور کائنات ایک دوسرے کے مصدق

اس اعتبار سے قرآن اور کائنات ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اوپر مذکور آیات کی رو سے قرآن حکیم اس "حق" کی تصدیق کرتا ہے جو نظام کائنات میں موجود ہے، جس کے نتیجے میں خدائی کلمات کی صداقت و سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح نظام کائنات میں جو حق موجود ہے اس کے ذریعہ "کتابی حق" کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ اس موقع پر بطور مثال ایک آیت کریمہ ملاحظہ ہو:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔ (حم سجدہ : ۵۳)

ہم ان منکرین کو اپنی نشانیاں عنقریب دکھادیں گے آفاق عالم میں اور خود ان کی ہستیوں میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ حقیقت ظاہر ہوجائے کہ یہ کلام برحق ہے۔

اس موقع پر آفاق سے مراد انسان کے چاروں طرف پھیلی ہوئی اشیا ہیں اور انفس سے مراد انسان کے اندر موجود جسمانی حیاتیاتی اور نفسیاتی نظاموں اور ان کے حیرت انگیز حقائق ہیں، چنانچہ خلاق عالم نے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ آفاق وانفس کے ان مظاہر میں اپنے وجود اپنی خلاقیت اور اپنی بے مثال قدرت و ربوبیت کے نقوش و آثار رکھ چھوڑے ہیں جن کو قرآن کی اصطلاح میں "آیات" یا دلائل ربوبیت کہا جاتا ہے۔ یہ دلائل ربوبیت موجودات عالم میں غور وخوض اور تحقیق وجستجو کے باعث سامنے آتے ہیں اور اس کے نتیجے میں جو حق بات بطور دلیل واستدلال سامنے آتی ہے اس کے ذریعہ کلام الٰہی کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔ اس طرح "کائناتی حقائق" "کتابی حقائق" کی موافقت وہمنوائی کرتے ہیں۔ گویا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے آئینے کے مانند ہیں، ایک کا عکس دوسرے میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی سرچشمے سے صادر شدہ ہیں۔ لہذا ان دونوں میں تعارض وتصادم نہیں ہوسکتا اور آج سائنسی علوم کی ترقی کی بدولت اس سلسلے کے بے شمار آفاقی وانفسی دلائل و براہین کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ جن کی تفصیل کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔ چنانچہ خدائی حکمت ومنصوبہ بندی کے مطابق قرآن اور کائنات کی تطبیق سے جب کبھی نئے حقائق یا دلائل ربوبیت سامنے آئیں تو اس وقت حسب ذیل آیت کریمہ کی صداقت سامنے آتی رہے گی اور یہ

سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ (انعام : ۱۱۵)

اور تیرے رب کی بات پوری ہوگئی بہ لحاظ سچائی اور کیا بہ لحاظ اعتدال، اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ (سب سے زیادہ) سننے اور جاننے والا ہے۔

کلام الٰہی کی اس زبردست خصوصیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنی کلمات پتھر کی لکیر کی طرح اٹل اور لازوال ہوتے ہیں جن کی صداقت وسچائی پر کبھی آنچ نہیں آسکتی۔ اسی بنا پر فرمایا گیا ہے:

هَٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (جاثیہ : ۲۹)

یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے احوال پر (پوری) سچائی کے ساتھ بول رہی ہے

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (طارق : ۱۳-۱۴)

یہ ایک فیصلہ کن کلام ہے اور وہ کوئی ہنسی مذاق نہیں ہے۔

کتاب اور میزان قیامت کے نقیب

بہرحال ایک اور موقع پر قرآن اور کائنات کی مطابقت پر ایک دوسرے انداز میں اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے:

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ۔ (شوریٰ : ۱۷)

اللہ وہ ہے جس نے کتاب اور میزان کو حقانیت (حکمت ومصلحت) کے ساتھ نازل کیا ہے اور تجھے کیا معلوم کہ قیامت قریب ہی ہوسکتی ہے؟

امام راغب نے تصریح کی ہے کہ جب لفظ "لَعَلَّ" اللہ کی طرف سے ہو تو اس کے معنی میں وجوب پیدا ہوتا ہے[۳۴] اس کا مطلب یہ ہوا کہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اس موقع پر میزان سے مراد اس مادی کائنات کا وہ نفیس ترین طبیعی نظام ہے جو میزان کا نمونہ ہے۔ اور وہ اس پوری کائنات اور اس کے تمام مظاہر و موجودات پر محیط ہے۔ اس کی تائید حسب ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ
وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ
اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ۔
(رحمٰن: ۵-۸)

سورج اور چاند ایک حساب سے چل رہے ہیں اور ستارے اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ اس نے آسمان کو (خوب) اونچا کیا اور (زمین سے آسمان تک) میزان تان دی اور (تمام) مظاہر کو حکم دیا کہ کوئی بھی اس میزان سے آگے نہ بڑھے۔

یعنی زمین سے آسمان تک تمام مظاہر و موجودات یا اشیائے عالم طبیعی ضوابط میں جکڑ دئے گئے ہیں لہذا کوئی بھی مظہر فطرت اپنے طبیعی ضوابط سے سر مو بھی تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ یہاں پر بعض سماواتی مظاہر (آفتاب و ماہتاب اور نجم) کا تذکرہ کرنے کے بعد ایک زمینی مظہر (درخت) کا تذکرہ کرکے یہ جتا دیا کہ زمین سے آسمان تک میزان تنی ہوئی ہے۔ گویا کہ ہر مظہر فطرت بالکل نپے تلے انداز میں رواں دواں ہے اور سجدہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام مظاہر و موجودات اپنے خالق اور رب کی کلی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں اور کوئی بھی اپنے مقررہ ضابطے سے تجاوز نہیں کر رہا ہے۔ جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (فرقان: ۲)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا ایک (طبیعی) ضابطہ مقرر کیا۔

چنانچہ یہ طبیعی ضوابط عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات اور عالم سماوات تمام مظاہر فطرت پر محیط ہیں۔ باری تعالیٰ دنیا کی تمام اشیاء کو پیدا کرکے ان کا جسمانی نظام درست کرتا ہے اور پھر ان کے طبیعی ضوابط مقرر کرکے انہیں ان ضوابط کے مطابق چلنے کی توفیق دیتا ہے۔

یہ ربوبیت کے چار بنیادی اصول ہیں جن کی وضاحت حسب ذیل آیات میں کی گئی ہے:

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى. الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى. وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى. (اعلیٰ: ۱-۳)

اپنے رب برتر کے گن گاؤ، جس نے (دنیا کی تمام چیزوں کو) پیدا کیا اور (ان کا جسمانی نظام) درست کیا اور جس نے (ہر ایک کا طبیعی ضابطہ) مقرر کیا اور پھر (ہر ایک کو اپنے اپنے ضابطے کے مطابق چلنے کی) توفیق دی۔

یہ بہت جامع آیات ہیں جن میں ربوبیت کے بنیادی اصولوں کی تفصیل حد درجہ مختصر الفاظ میں کی گئی ہے۔ یہ بیان حقیقتاً "جوامع الکلم" کا ایک بہترین نمونہ ہے جس کی تفصیل میں دفتروں کے دفتر سیاہ کئے جا سکتے ہیں[۳۵]

غرض اس موقع پر کتاب اور میزان کو حقانیت کے ساتھ اتارنے کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن اور کائنات میں نظام فطرت سے متعلق جو اصول و ضوابط اور جو اسرار و حقائق موجود ہیں وہ ایک دوسرے کے مصدق و موید ہیں اور ان دونوں کی تطبیق سے قرب قیامت کا بھی نظارہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس موقع پر فرمایا گیا ہے (وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ)

اس کی ایک واضح مثال "سورج کی موت" بھی ہے، جب کہ وہ بے نور ہو کر ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ تحقیقات جدیدہ کی رو سے یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ ہمارا سورج درحقیقت ہائیڈروجن گیس پر مشتمل ہے جو مسلسل جل جل کر ختم ہو رہی ہے۔ سورج کی روشنی اور اس کی تپش اسی گیس کے جلنے کی بدولت ہے، جو زمین والوں کے لئے ایک چراغ کی طرح ہے۔ چنانچہ سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک نہ ایک دن سورج میں موجود پوری ہائیڈروجن ختم ہو جائے گی تو اس وقت وہ بالکل ٹھنڈا پڑ کر ختم ہو جائے گا اور یہ ایک حتمی صداقت ہے جو حسب ذیل قرآنی انکشاف کی تصدیق وتائید ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ،	جب سورج بے نور ہو جائے گا (یا
وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ	اس کی بساط لپیٹ دی جائے گی) اور
(تکویر: ۱-۲)	جب ستارے جھڑ پڑیں گے[۵]

ظاہر ہے کہ جب ہمارا آفتاب ختم ہو جائے گا تو اس وقت ہمارے پورے نظام شمسی کے لئے قیامت واقع ہو جائے گی۔ نیز اس کے علاوہ طبیعیاتی نقطۂ نظر "حرکیات حرارت کے قانون ثانی" (سکنڈ لا آف تھرموڈائنامکس) کی رو سے بھی ایک نہ ایک دن ہماری پوری کائنات ختم ہو کر رہے گی، جب کہ اس کائنات کا درجۂ حرارت یکساں ہو جائے گا۔ یعنی اس وقت نہ تو گرمی رہے گی اور نہ سردی بلکہ تمام موجودات ایک حالت پر آکر سب کے سب ناکارہ بن جائیں گے گویا کہ حیات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ یہ گویا کہ اس کائنات کی طبیعی موت ہوگی اور سائنسی اعتبار سے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جس میں دو رائیں نہیں ہیں۔ گویا کہ اس حقیقت پر دنیائے سائنس کا "اجماع" ہو چکا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا کی تصریح کے مطابق کائنات میں ناکارگی برابر بڑھ رہی ہے اور اس طرح وہ تنزل کی طرف جا رہی ہے[۱]

کتاب الٰہی کا معجزہ

حاصل یہ کہ قرآن حکیم میں نظام فطرت اور نظام شریعت کے تمام بنیادی اصول وکلیات مذکور ہیں، جن کی روشنی میں ہر دور کے انسان کے لئے بجملہ فکری و نظریاتی سوالات کا جواب مل سکتا ہے۔ اسی لئے نظام کائنات میں غور وفکر کے ساتھ ساتھ صحیفۂ الٰہی میں بھی تفکر وتدبر کرنے کی دعوت دی گئی ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ	زمین اور آسمانوں کی خلقت وہیئت
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ	میں، دن رات کے ادل بدل میں، اس
الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ	کشتی میں جو سمندر میں لوگوں کے فائدے
النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ	کی چیزیں لے کر چلتی ہے، اس بارش میں
السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ	جسے اللہ اوپر سے برساتا اور اس کے
بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ	ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے،
كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ	ان قسم ہا قسم کے حیوانات میں جن کو
وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ	اس نے روئے زمین پر پھیلا دیا ہے،
وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ	ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور اس بادل
يَعْقِلُونَ (بقرہ: ۱۶۴)	میں جو زمین اور آسمان کے درمیان
	مسخر ہے (ان تمام مظاہر میں) عقل مندوں
	کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں (وجود
	باری کے دلائل) موجود ہیں۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ	یہ ایک برکت والی کتاب ہے جو آپ کے
لِيَدَّبَّرُوا آيٰتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ	بھیجی گئی ہے، تاکہ لوگ اس کی آیات میں

أُولُوا الْأَلْبَابِ (ص: ۲۹)

غور کریں اور پختہ عقل والے (اس کے انوکھے مضامین پر) متنبہ ہوسکیں۔

اس اعتبار سے یہ کتاب حکمت ایک مختصر ترین صحیفہ ہونے کے باوجود تمام علوم ومعارف سے بھرپور ہے جو ہر دور کے فکری واعتقادی مسائل کا کافی وشافی جواب دینے والا ایک عجیب وغریب کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے پورا عالم انسانی عاجز ہے۔ قرآن حکیم کی اس جامعیت حسب ذیل آیات بھرپور روشنی ڈال رہی ہیں:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ۔ (انعام: ۵۹)

کوئی خشک وتر چیز ایسی نہیں ہے جو (اس) کتاب روشن میں مذکور نہ ہو۔

قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔ (فرقان: ۶)

کہہ دو کہ اس کتاب کو اس نے نازل کیا ہے جو زمین اور آسمانوں کے تمام بھیدوں کو جانتا ہے (اسی بنا پر اس نے اپنے تمام رازہائے ربوبیت اس میں ودیعت کر رکھے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ قرآن کا کلام اللہ ہونا علمی طور پر ثابت ہوسکے)۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔ (اعراف: ۵۲)

ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے (اپنے) علم سے مفصل کر دیا ہے تاکہ وہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت ورحمت کا

ذریعہ بن سکے۔

الٓر، كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ۔ (ہود: ۱)

الف، لام، را۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں (علمی طور پر) مضبوط ومستحکم کردی گئی ہیں پھر ان کی تفصیل خدائے دانا وباخبر کی جانب سے کی گئی ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ۔ (نحل: ۸۹)

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب اتاری ہے جو ہر چیز کی خوب وضاحت کرنے والی ہے اور وہ اہل اسلام کے لئے ہدایت رحمت اور خوش خبری ہے۔

کتاب الٰہی ہر دور کے لئے حاکم

چونکہ کتاب اللہ میں اصولی طور پر تمام فکری ونظری (فلسفیانہ) اور شرعی واخلاقی مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے اس لئے اس میں ہر دور کے لوگوں کے لئے ان کے باہمی اختلافات کا حل بھی مذکور ہے، خواہ وہ فکر ونظر سے متعلق ہوں یا شرعی ضوابط سے۔ اس اعتبار سے کتاب الٰہی ہر دور کے لئے حاکم اور جج ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ (بقرہ: ۲۱۳)

(ابتدا میں) تمام لوگ ایک ہی دین پر قائم تھے (مگر جب انہوں نے آپس میں اختلاف کیا) تو اللہ نے نبیوں کو (اہل ایمان کے لئے) بشارت سنانے اور (منکرین کو) ڈرانے والے بناکر بھیجا اور ان کے ساتھ الکتاب حقائق

کے ساتھ اتار دی تاکہ وہ (کتاب) لوگوں کے اختلافات کے درمیان فیصلہ کرسکے۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا (انعام: ۱۱۴)

تو کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حکم مان لوں جب کہ اسی نے اس کتاب کو تفصیل کے ساتھ نازل کیا ہے؟

اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے سے پوری امت کو ہر مسئلے میں کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا (نساء: ۱۰۵)

ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس یقیناً پوری حقانیت کے ساتھ بھیج دی ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کی فہمائش کے مطابق فیصلہ کرسکیں۔ لہذا آپ بد دیانت لوگوں کا طرفدار مت بنئے۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (نحل: ۶۴)

ہم نے یہ کتاب آپ پر اسی لئے اتاری ہے تاکہ آپ ان لوگوں کے اختلافات کو واضح کردیں اور وہ اہل ایمان کے لئے ہدایت و رحمت بن سکے۔

اس آیت کریمہ میں لوگوں کے باہمی اختلافات کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے اور کتاب الٰہی کے نزول کا بنیادی مقصد اس صحیفہ حکمت کے مطابق اختلاف بین الناس کے درمیان محاکمہ کرکے اور انہیں گمراہی کی تاریکیوں سے باہر نکال کر نور ہدایت کی طرف لانا ہے

الر كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ۔ (ابراہیم: ۱)

الف، لام، را۔ (یہ) کتاب ہم نے آپ کے پاس (اس لئے) بھیجی ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر و شرک کی) تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی کی طرف لائیں ان کے رب کے حکم سے (خدائے) غالب اور صاحب حمد کے راستے کی طرف۔

چنانچہ اس خدائی فیصلے کے بعد حق بات (الحق) دلیل و استدلال کی روشنی میں واضح ہوجائے گا اور لوگوں پر خدا کی حجت پوری ہوجائے گی۔ لہذا بدلائل خدائی راستے یا صراطِ مستقیم کے واضح ہوجانے کے بعد اب ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی مرضی سے یا تو راہ ہدایت کا انتخاب کرے یا گمراہی کا راستہ اختیار کرے۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ۔ (یونس: ۱۰۸)

اے لوگو، تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بات آچکی ہے، لہذا اب جو کوئی ہدایت کا راستہ اختیار کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس کی گمراہی اسی پر عائد ہوگی اور تم ان پر داروغہ نہیں ہو (کہ زبردستی انہیں راہ ہدایت کی طرف لاسکو)

حاصل بحث یہ کہ قرآن حکیم صحف سماوی (الکتاب) کا آخری صحیفہ ہے جو ہر اعتبار

کامل اور جامع ہے اور اس میں صحیفۂ فطرت کے تمام بنیادی اور اہم اصول وضوابط مذکور ہیں اور اس اعتبار سے یہ دونوں ایک دوسرے کے موید و مصدق ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں "حق" یعنی خدائی حکمت و مصلحت سے مملو ہیں۔ لہذا ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ چنانچہ نظام فطرت کے جائزے سے خداوند قدوس کی عجیب وغریب قدرت اور حکمت تخلیق کا حال واضح ہوتا ہے تو کتاب الہی کے تحقیقی مطالعے سے اس کی حیرت انگیز علامیت اور ہمہ دانی کا ثبوت ملتا ہے اور ان دونوں کی تطبیق سے ہر قسم کے غلط اور بے بنیاد نظریات اور گمراہ کن فلسفوں کا رد و ابطال ہوجاتا ہے اور یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اس کائنات میں ایک خلاق اور ہر چیز کی خبر رکھنے والی ہستی ضرور موجود ہے جو پس پردہ بیٹھ کر اپنی خلاقیت و علامیت کے کرشمے دکھا رہی ہے۔ غرض ان دونوں کی تطبیق سے معرفت الہی کا ایک نیا باب سامنے آتا ہے اور حقیقت حال پوری طرح بے نقاب ہوجاتی ہے۔ اسی لئے ارشاد باری ہے :

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ	اللہ نے زمین اور آسمانوں کو پوری حقانیت
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔	(حکمت و مصلحت) کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ چنانچہ
(عنکبوت : ۴۴)	اس باب میں اہل ایمان کے لئے ایک بڑی نشانی موجود ہے

مراجع

[1] دیکھئے معجم الفاظ القرآن الکریم : ۲۸۹/۱، مطبوعہ مجمع اللغۃ العربیۃ مصر، ۱۳۹۰ھ [2] دیکھئے المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۳۲، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۱۸ھ [3] حوالہ مذکور ص ۳۵۴، دار المعرفۃ بیروت [4] ان آیات پر مفصل بحث کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "قرآن مجید اور دنیائے حیات" [5] اس موضوع پر تفصیلی بحث اور حوالوں کے لئے دیکھئے راقم کا مضمون "سورج کی موت اور قیامت" [6] دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا : ۹۱۱/۳ (خورد) مطبوعہ ۱۹۸۳ء۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا دردناک قتل

اور

ان کی والدہ کے تاثرات

از پروفیسر نذیر احمد*

اسلامی تاریخ میں ایسی متعدد خواتین ملتی ہیں جن کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے لائق ہوتے ہیں، ان کی جرات و بہادری کے واقعات تاریخ کے صفحات کو گرانقدر بناتے ہیں، بعض حضرات نے اس کو اپنی گفتگو کا موضوع بنایا ہے، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے بھی ایک کتابچہ "خواتین اسلام کی بہادری کے کارنامے" کے نام سے لکھا ہے لیکن اس وسیع موضوع کے لئے مجلدات درکار ہیں، مگر ابھی یہ موضوع فضلاء کو اپنی طرف اس طرح متوجہ نہیں کرسکا ہے۔ جیسا کہ اس کا حق ہے، راقم الحروف نے بھی بعض مقالے اسی موضوع پر لکھے ہیں انہیں میں ایک حسنک کی ماں پر تھا، حسنک کا نام ابوعلی حسن معروف بہ حسنک تھا، وہ محمود غزنوی کے عہد[1] کی ایک معروف شخصیت تھی جو بعد میں اس کا وزیر ہوگیا تھا[2] اور محمود کی وفات کے

[1] دیکھئے تاریخ بیہقی باہتمام غنی وفیاض چاپ ۱۳۲۴ ص ۱، ۳۹، ۵۲، ۶۴، ۱۴۶، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۹، ۱۹۳، ۱۹۶، ۲۰۹، ۲۱۰، ۳۴۰، ۳۶۶، ۳۵۹، ۳۶۷، ۴۱۱، ۶۱۰۔ [2] ایضاً ۵۲، ۶۴۔

* سرسید نگر، علی گڑھ۔

وقت زندہ تھا اور اس کے چھوٹے بیٹے ابو احمد محمد کے تخت نشیں کرانے میں پیش پیش تھا تاریخ بیہقی میں ہے[1] : کہ چون سلطان ماضی محمود بن سبکتگین ... در غزنی فرمان یافت ... پسر بزرگ و ولی عہد وی امیر مسعود در سپاہان بود ... و از تخت ملک بسیار دور بود، بنا بر علی ہذا، امنا و ارکان دولت محمودی از قبیل امیر علی[2] قریب حاجب بزرگ، و عضد الدولہ امیر ابو یعقوب[3] یوسف بن ناصر الدین سبکتگین برادر سلطان کہ سپہ سالار بود و امیر حسن مشہور بحسنک وزیر و بو نصر[4] مشکان صاحب دیوان رسالت و بو القاسم[5] کثیر صاحب دیوان عرض و بکتغدی سالار غلامان[6] سرائی و ابو النجم[7] ایاز و علی دایہ[8] خویش سلطان، این جملہ با سایہ

---

[1] تاریخ بیہقی باہتمام غنی و فیاض چاپ، ص ا۔ [2] دیکھئے ص ۱، ۴، ۷، ۸، ۱۱، ۱۳، ۱۸، ۵۰، ۵۲، ۵۵ ـ ۶۲ وغیرہ [3] دیکھئے ص ۱، ۱۸، ۵۶، ۶۹، ۷۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۲۱۶ وغیرہ [4] دیکھئے ص ۱، ۲۷، ۵۲، ۵۵، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۷ وغیرہ، نیز فہرست اسامی اشخاص ص ۲۴۴، [5] دیکھئے ص ۱، ۳۴، ۹۴، ۱۵۷، ۱۶۰، ۱۸۳ ـ ۱۸۴، ۲۰۶، ۲۲۵ وغیرہ نیز فہرست اسامی اشخاص ص ۲۰۷، [6] اسلامی دور کی ترکی فوج کے غلاموں کا مشہور دستہ، دیکھئے بیہقی ذیل بکتغدی، فہرست ص ۷۰۹، و متن ص ۴۵۶ ـ ۴۵۷ وغیرہ، مسعود سعد سلمان کے قصیدے میں جو سیف الدولہ محمود کی فتح ہندوستان کے موقع پر نظم ہوا تھا، اس فتح میں غلامان سرائی کا بڑا ہاتھ تھا، ملاحظہ ہو دیوان مسعود سعد سلمان :

سرائیان و غلامان دو فوج بستہ کمر	سپاہ دوست چو شیر و چو مار گرد حصار ص ۲۶۲
سرائیان ملک جملگی بجوشیدند	برآمدند بہر کنگرہ اژدہا کردار ص ۲۶۳

[7] یہ وہی ایاز ہے جو سلطان محمود کی نسبت سے ادب کی دنیا میں غیر معمولی شہرت کا حامل ہے [8] دیکھئے فہرست اسامی اشخاص، ص ۷۱۸۔

نول بہ صواب دید یک دیگر دریافت وقت را پسر کہتر سلطان ماضی امیر ابو احمد محمد را از گوزگانان[1] کہ بدر الملک نزدیک بود آوردہ بجای پدر بزرگوارش بر تخت سلطنت نشاندند۔

امیر مسعود کی تخت نشینی[2] کے کچھ دنوں بعد حسنک کے خلاف ایک بڑی سازش کے نتیجے میں اسے پھانسی[3] پر چڑھایا گیا۔ حسنک کی ماں نے اپنے بیٹے کی دردناک موت پر بڑی جوانمردی کا ثبوت دیا، تاریخ بیہقی کا مولف اس واقعے سے بے حد متاثر تھا اور اس نے اس دردناک واقعے کا نقشہ بڑے موثر انداز میں کھینچا ہے، ملاحظہ ہو[4]:

" و حسنک قریب ہفت سال بر دار بماند چنانکہ پایہایش ہما فرو تراشید و خشک شد چنانکہ اثری نماند تا بدستوری فرو گرفتند و دفن کردند چنانکہ کس ندانست کہ سرش کجاست و تن کجاست، و مادر حسنک زنی بود سخت جگر آور، چنان شنیدم کہ دو سہ ماہ از وی این حدیث نہاں داشتند، چون بشنید جزعی نکرد، چنانکہ زنان کنند بلکہ بگریست بدرد چنانکہ حاضران از درد وی خون گریستند، پس گفت : بزرگ مردا کہ این پسرم بود کہ پادشاہی چون محمود این جہان بدو داد و پادشاہی چون مسعود آن جہان، و ماتم پسر سخت نیکو بداشت، و ہر خردمند کہ این بشنید بپسندید و جای آن بود و یکی از شعرای نیشاپور این مرثیت بگفت اندر مرگ وی و بدین جای یاد کردہ شد:

ببرید سرش را کہ سران را سر بود	آرایش دہر و ملک را افسر بود

---

[1] اس کو جوزجانان اور جوزجان بھی کہتے ہیں، طبقات ناصری کے مصنف منہاج سراج جوزجانی تھے [2] اس کی تخت نشینی رجب ۴۲۱ھ کے بعد ہوئی تھی (تاریخ بیہقی ص ۲۵) [3] تاریخ بیہقی کا ایک باب : ذکر بر دار کردن حسنک وزیر رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۸ ـ ۱۸۹ [4] تاریخ بیہقی ص ۱۸۹۔

گر قرمطی[1] باد جهود و با کافر بود
از تخت بداد بر شدن منکر بود

دبوده است در جهان مانند این کہ چون عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بخلافت[2] بنشست
بمکہ، وحجاز وعراق او را صافی شد مصعب برادرش بخلیفتی وی بصرہ وکوفہ و
سواد بگرفت الخ۔"

[1] قرمطی قرمطہ کی طرف منسوب ہے، قرمطہ فرقہ قرمطیان کا بانی تھا، اس فرقہ کے نام کے بارے
میں اختلاف ہے، قرمط عربی میں خط کے ریزہ ہونے کو کہتے ہیں، قرمطہ کے بارے میں یہ بھی کہتے ہیں کہ
وہ کوتاہ قد تھا اور چلتے وقت ایک پاؤں دوسرے پر رکھتا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرمط کا انتساب
محمد وراق کی طرف ہے جو خط قرمط بہت اچھا لکھتا تھا، محمد وراق کا تعلق فرقہ اسماعیلیہ سے تھا
اس وجہ سے قرامطہ کا اثر مسلمانوں میں بڑی تیزی سے پھیلا۔ خلاصہ یہ کہ قرمطی اسماعیلیوں کا ایک
فرقہ ہے جو حمدان الاشعث معروف بہ قرمط کے ذریعے ۲۸۰ھ میں وجود میں آیا، اس فرقے کے داعیوں میں
ذکرویہ بن مہرویہ اور ابوسعید خبابی بہت مشہور ہیں، اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ امام ہفتم محمد بن
اسماعیل صاحب الزماں ہیں، وہ قتل وغارت کے ذریعے اپنے مذہب کی ترویج کے قائل تھے، انہیں
اپنے مخالفین کے بیدریغ قتل میں کوئی عذر نہ ہوتا، احکام شرع میں تاویل کے قائل تھے، اواخر
قرن چہارم اور اوائل قرن پنجم میں عراق و ایران میں بڑے بڑے نامور مسلمانوں کو اس فرقے والوں
نے قتل کیا تھا دیکھئے یادداشتہای قزوینی ج ۶ ص ۱۴۷، فرہنگ معین ج ۶ ص ۱۴۴۹-۱۴۵۰۔
[2] عبداللہ بن زبیر ۶۵ھ میں جب مکہ میں خلافت پر فائز ہوئے تھے تو فارس کے شہر دارابگرد
میں ایک سکہ ڈھلا تھا جس پر پہلوی میں یہ عبارت کندہ تھی:

لت ۲۷ (سہ ہہ (۱۱م ررس ۳ دو ـــ

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۳) Apdula Amir Warwishnikan

(اور حسنک تقریباً سات سال تک دار پر رہا (یعنی اس کی لاش دار پر لٹکی رہی) یہاں تک
کہ اس کے پاؤں ایسے خشک ہوئے کہ ان میں کوئی اثر باقی نہ رہا، یہاں تک کہ حکم ہوا تو اس کی
لاش پھانسی کے پھندے سے اتار کر دفن کرائی گئی، اس طرح کہ کسی کو نہ معلوم ہو سکا کہ اس کا
سر کہاں ہے اور دھڑ کہاں، حسنک کی ماں بڑی دلیر (جگر دار) خاتون تھی۔ میں نے سنا کہ دو
تین ماہ تک اس کی ماں سے یہ واقعہ پوشیدہ رکھا گیا، لیکن جب اس نے سنا تو آہ و فریاد
نہ کی جیسا کہ عورتیں کرتی ہیں، لیکن درد وغم سے ایسی روئی کہ جس نے اس کا رونا سنا تو
اس کے غم میں خون کے آنسو بہائے، پھر اس کی ماں نے کہا کہ ہمارا یہ بیٹا کیسا بزرگ مرد تھا

(بقیہ حاشیہ ص ۳۵۲) یعنی عبداللہ امیر المومنین۔

(A catalogue of the Muhammaden coins in the British Mus. by John Walker, London 1941. P. 93 Comments on recent pahlawi Decipherments by Ed. Thomas, London 1872 P. 25)

فارسی لغات میں ایک لفظ بر پروشان آیا ہے (دیکھئے برہان قاطع ج ۱ ص ۲۴۹) اس کی تشریح
اس طرح کی گئی ہے، بامای فارسی مطلق اقتدا گویند از پیغمبری کہ باشد، اس لفظ کے سلسلے میں حاشیے
میں ہے: این کلمہ (بر پروشان) تصحیف بر روشنان است، اسدی در لغت فرس ص ۳۵۸ گوید:
برروشنان امت بود، دقیقی گوید:

شفیع باش بر شہ مرا بدین زلت چو مصطفیٰ بر دادار بر روشنان را

این کلمہ در پہلوی Warwishnikan یعنی مومنان و گروندگان است و بر روی سکہ کہ
در دارابگرد فارس بنام عبداللہ زبیر آنگاہ کہ بخلافت برخاستہ بود بسال ۶۵ھ ضرب شدہ، این جملہ پہلوی
ثبت شدہ: Apdula Amir Warwishnikan

کہ محمود جیسے بادشاہ نے اس کو یہ دنیا دی اور مسعود جیسے بادشاہ نے وہ دنیا، پھر محفل غم بپا کی، جس عقل مند شخص نے یہ سب سُنا بہت پسند کیا اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس کی موت پر نیشاپور کے ایک شاعر نے مرثیہ لکھا جس میں اس کو اس طرح یاد کیا :

"ایسے کے سر کو کاٹ ڈالا جو سب کا سردار تھا، وہ دنیا اور زمانے کی آرائش اور ملک کا تاج تھا، ایسا شخص خواہ قرمطی ہو خواہ یہود ہو، خواہ کافر، جو بھی ہو ایسے کو سولی پر چڑھانا نہایت غیر مناسب فعل تھا"

بیہقی اس پر اضافہ کرتا ہے اور دنیا میں اس طرح کے بہت سے واقعات ہوئے ہیں، جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ، سنہ ۶۵ھ میں وہ مکہ مکرمہ میں تختِ خلافت پر بیٹھے، چند دنوں میں حجاز، عراق سب ان کے مطیع ہو گئے، ان کے بھائی مصعب بن زبیر تھے، مصعب بن زبیر نے بھائی کے خلیفہ کی حیثیت سے کوفہ، بصرہ اور اردگرد کے علاقے پر قبضہ کر لیا، عبدالملک بن مروان نے ایک بڑا لشکر شام سے مصعب سے نمٹنے کے لئے بھیجا، مصعب سے اس لشکر کا مقابلہ ہوا، آخر میں مصعب مارے گئے۔

عبدالملک بن مروان مصعب بن زبیر کا کام تمام کر کے شام لوٹ گیا اور وہاں ایک بڑے لشکر کے ساتھ حجاج[1] بن یوسف کو حضرت عبداللہ بن زبیر سے نمٹنے کے لئے مکہ معظمہ

ع دیکھئے تاریخ بیہقی ص ۱۸۹-۱۹۰ [1] اس کا پورا نام حجاج بن یوسف بن حکم ثقفی تھا، وہ عالمِ اسلام کا بڑا دلاور اور سپہ سالار تھا، دلاوری کے ساتھ بلا کا سفاک تھا، وہ ۴۰ھ میں طائف میں پیدا ہوا، عبدالملک بن مروان کے عہد میں اس کی شہرت ہوئی اور اسی خلیفہ کے دور میں ۲۰ سال تک حجاز اور عراق کا حاکم تھا، ۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کا مکہ مکرمہ میں محاصرہ کیا، عراق کا شہر واسط اس کا بنوایا ہوا ہے، ۹۵ھ میں فوت ہوا، اس کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ یہ ہے کہ اس نے قرآن میں اعراب لگوانے کا کام کیا۔

بھیجا، عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ میں محصور تھے، حجاج نے خانہ کعبہ کو گھیر لیا، عبداللہ بن زبیر نے بڑی بہادری دکھائی لیکن حجاج کے کثیر لشکر کا مقابلہ نہ کر سکے، حجاج کے اہل لشکر بڑے بڑے پتھر منجنیق کے ذریعہ خانہ کعبہ کی طرف پھینکتے تھے، یہاں تک کہ ایک رکن پتھروں کی زد میں آ کر ٹوٹ گیا، عبداللہ بن زبیر بہت مجبور ہو گئے، ان کا لشکر بھی تتر بتر ہونے لگا۔ عبداللہ بن زبیر نے لڑائی جاری رکھنے کے بارے میں اہل لشکر سے مشورہ کیا، سارے اہل لشکر یک رائے تھے نہیں، بعض لوگوں کا مشورہ تھا کہ کعبہ سے باہر چلے جانا چاہئے لیکن عبداللہ بن زبیر کے خاندان[1] والے لڑائی جاری رکھنا چاہتے تھے، حجاج بن یوسف نے عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جنگ بند کر دیں تو آپ کو بڑی عزت کے ساتھ شام بھیجا جائے اور اس طرح آپ کی پریشانی ختم ہو جائے، آپ نے کچھ مہلت مانگی، رات میں اپنی ماں حضرت اسماء سے مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری یہ جنگ دین کے لئے یا دنیا کے لئے ہے، عبداللہ نے جواب دیا کہ میری جنگ کا مقصد دین کی بلندی ہے، دنیا ہرگز مقصود نہیں، اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر دنیا مقصود ہوتی تو بیت المال کی رقم اپنی ضرورت میں صرف ہوتی، پھر اپنی ماں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خلافت کی نو سالہ مدت میں میں نے بیت المال سے ایک درم نہیں لیا جس کی شاہد آپ سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، یہ ساری باتیں سُن کر عبداللہ بن زبیر کی والدہ نے فرمایا پھر تو ان منافقین سے لڑنا ضروری ہے۔ ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا موقع نہیں، اس پر عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ مجھے یہ صرف خدشہ ہے کہ قتل کے بعد میری کھال کھینچیں گے، اس پر ان کی ماں نے کہا کہ جب بھیڑ ذبح کر دی جاتی ہے تو اس کی کھال کھینچ لی جاتی ہے تو بھیڑ پر اس کا کیا غم طاری ہوتا ہے، تم کو ضرور لڑنا چاہئے اور مرنے کے بعد اپنی کھال کے کھینچنے کے اندیشے کا مطلق خیال نہ کرنا چاہئے، عبداللہ نے

[1] یہ زبیریان کہلاتے تھے۔ یہ نسبت ان کے باپ کی طرف ہے۔

رات بھر نماز میں گزاری، صبح ہوئی تو غسل کیا، صبح کی نماز جماعت سے پڑھی، پہلی رکعت میں سورۂ "نون والقلم" اور دوسری رکعت میں سورۂ "ہل اتی علی الانسان" تلاوت کی، پھر اپنے کو زرہ اور سلاح سے آراستہ کیا اور دشمن سے مقابلے کے لئے پیدل چلے، کہتے ہیں عرب میں کسی بہادر نے سوائے عبداللہ بن زبیر کے پیدل لڑائی نہیں لڑی ہے۔ لڑائی کی طرف جاتے وقت ماں سے بغل گیر ہوئے، ماں نے زرہ درست کی، پھر کہا: ان فاسقوں سے بہادری اور جاں نشانی سے لڑنا، یوں تو بیٹے کو جنگ پر بھیج رہی تھیں لیکن برتاؤ ایسا تھا گویا ان کو فالودہ کی دعوت پر بھیج رہی ہوں، نہ کوئی آہ و بکا کی جیسا کہ ایسے موقع پر عورتیں کرتی ہیں، عبداللہ باہر آئے اپنے لشکر کو پراگندہ پایا سوائے اس دستے کے جوان کے اپنے خانوادے کے بہادروں پر مشتمل تھا۔ وہ سب لڑائی کے ساز و سامان سے لیس تھے اور جنگ میں حصہ لینے کے لئے بے تاب تھے۔ عبداللہ لشکر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا سب لوگ میری طرف متوجہ ہوں، سبھوں نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے ایک رجزیہ بیت پڑھی اور میدان جنگ کی طرف بڑھے، سہ شنبہ کا دن تھا۔ جمادی الاول کا مہینہ اور سنہ ۳، ہجری تھا، حجاج بن یوسف جیسا سپہ سالار دشمن کی فوج کا کمانڈر تھا، اس نے اپنی فوج کے دستوں کو اس طرح[1] مرتب کیا۔

۱- اہل حمص کو در کعبہ کے سامنے۔

۲- مردم دمشق کو در بنو شیبہ کے مقابل۔

[1] تاریخ بیہقی ص ۱۹۰۔ حجاج کی فوج کے مختلف دستوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بڑے لشکر میں اکثر عالم اسلام کے فوجی شامل تھے، دمشق، اردن، فلسطین، قنسرین، حمص کے نام کے دستوں کا نام تو واضح طور پر لیا گیا ہے۔

۳- مردم اردن کو صفا و مروہ کے سامنے۔

۴- مردم فلسطین کو در بنو جمح کے مقابل۔

۵- مردم قنسرین کو در بنو سہم کے سامنے۔

۶- حجاج و طارق بن عمرو لشکر کے بڑے دستے کے ساتھ علم بزرگ کے ساتھ مروہ پر

جب عبداللہ بن زبیر نے اس عظیم لشکر کو دیکھا جس نے ان کو اور ان کے لشکر کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا تو وہ فکرمند ہوئے لیکن اس عالم میں وہ اپنے لشکر سے یوں مخاطب ہوئے:

"اے آل زبیر[1] اگر تمہارے دل میری طرف سے صاف ہوں تو سنو، ہم عرب ایک ایسے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جس نے بہتوں کو اکھاڑ پھینکا ہے لیکن عار کو قریب نہیں آنے دیا ہے، اے آل زبیر تم تلواروں کی جھنکار سے خوف زدہ نہ ہو کیوں کہ جب میں کہیں جنگ میں گیا ہوں تو دشمنوں کی لاشوں کے پشتے لگا دئے ہیں، اس وقت میں کوئی دوا ایسی نہیں پاتا ہوں جو مرے اس زخم پر مرہم کا کام کر سکے جس میں مبتلا ہوں، یعنی اس وقت جن مصائب میں میں گرفتار ہوں ان سے بچنے کا کوئی ذریعہ مجھے نظر نہیں آتا، تمہارے پاس جو تلواریں ہیں ان کی حفاظت کرو جس طرح تم اپنے منھ کی حفاظت کرتے ہو، میں جانتا ہوں کہ جس شخص کی تلوار ٹوٹ گئی اس کا زندہ بچ رہنا محال ہے، آدمی کا ہتھیار جب اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تو اس کی حالت اس عورت کی طرح ہو جاتی ہے جو اکیلے پڑ گئی ہو، اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے کام سے کام رکھو۔

میرے سلسلے میں کوئی سوال نہ کرنا ایسا نہ ہو وہ تم کو اپنے کام سے غافل کردے، کوئی میرے بارے میں یہ نہ پوچھے کہ عبداللہ کہاں گیا، سوائے اس شخص کے جس کو مجھ سے

[1] اس سے ظاہر ہے کہ زبیریوں کے علاوہ ان کے لشکر کے اکثر سپاہی ساتھ چھوڑ چکے تھے۔

کچھ مانگنا ہو تو میں اس کو میدان جنگ کی پہلی صف میں ملوں گا۔

ابن سلمی کو بتایا گیا کہ وہ ہمیشہ رہنے والا نہیں، وہ چاہے جہاں کا رُخ کرے موت سے ضرور ملاقات ہوگی۔

میں نہ اہانت کے عوض زندگی خریدوں گا اور نہ موت کے خوف سے کسی سیڑھی پر چڑھوں گا، یعنی موت سے نہ بھاگوں گا۔

پھر کہا بسم اللہ، اے بہادرو حملہ بول دو اور وہ خود بپھرے ہوئے شیر کی طرح دشمن کی فوج پر ٹوٹ پڑے اور ہر طرف بڑھے اور جس طرف بڑھتے دشمن کی فوج اس طرح بھاگتی جیسے شیروں کے سامنے سے لومڑیاں بھاگتی ہوں، جنگ کی آگ بھڑکی، عبداللہ بہادری سے لڑتے رہے، ان کے لشکر کے سپاہیوں نے حجاج کے سامنے کے دروازوں کو گھیر لیا، قریب تھا کہ حجاج کو شکست کا منھ دیکھنا پڑے، اس نے جھنڈے آگے بڑھانے کا حکم دیا، اس طرح اس کے سپاہی قلب لشکر سے نکل کر آگے بڑھے، پھر کیا تھا دونوں فوجوں میں دست بدست جنگ شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک پتھر عبداللہ بن زبیر کے چہرے پر ایسا لگا کہ چہرے سے خون کی نہر جاری ہوگئی، ابھی انھوں نے اپنے ساتھیوں کو پکارا ہی تھا کہ دوسرا پتھر آکر سینے پر لگا، اس کے اثر سے دونوں ہاتھوں میں لرزش ہونے لگی، اتنے میں عبداللہ کے غلاموں میں سے ایک چلایا "امیرالمومنین کو قتل کردیا گیا" ابھی تک عبداللہ اپنے چہرے کو چھپائے ہوئے تھے لیکن غلام کے چلانے سے دشمن کے فوجیوں نے ان کو پہچان کر گھیر لیا، پھر قتل کر ڈالا، قتل کرکے آخر میں ان کا سر کاٹ کر جسم سے الگ کردیا پھر اسے حجاج کے پاس بھیجا، حجاج نے سر دیکھ کر سجدہ کیا، پھر آواز آئی کہ عبداللہ قتل ہوگئے لیکن زبیریان لڑتے رہے یہاں تک کہ سب مارے گئے، اس طرح لڑائی بند ہوئی، حجاج

خانۂ کعبہ میں داخل ہوا اور اس کے حکم سے خانۂ کعبہ کا جو رکن ٹوٹ گیا اسے دوبارہ تیار کردیا گیا پھر عبداللہ بن زبیر کا سر عبدالملک بن مروان کے پاس شام بھیجا گیا، اس نے حکم کیا کہ ان کا جسم سولی پر چڑھا دیا جائے۔

عبداللہ بن زبیر کے قتل کی خبر ان کی ماںؓ اسماء کو دی گئی، وہ عام عورتوں کی طرح روئی پیٹی چلائی نہیں، صرف "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھا اور کہا اگر میرا بیٹا ایسا نہ کرتا تو وہ زبیر بن عوام کا بیٹا اور حضرت ابوبکر صدیق کا نواسہ کہلانے کا مستحق نہ ہوتا، اس واقعہ کو عرصہ گزر گیا تو حجاج نے پوچھا کہ عبداللہ کی ماں کیا کرتی ہیں، لوگوں نے ان کی جرات مندانہ باتیں اور ان کے غیر معمولی صبر و شکر کی داستان بتائیں، ان کو سن کر حجاج نے کہا: سبحان اللہ، اگر امیرالمومنین عائشہ اور ان کی بہن عبداللہ بن زبیر کی ماں، مرد ہوتے تو بنی امیہ کو خلافت نہ ملتی، صبر و ضبط کے لئے انہیں جیسا جگر ہونا چاہئے (انہوں نے اپنے مقتول بیٹے کی لاش نہیں دیکھی تھی) حجاج نے کہا کہ ان کی ماں کو عبداللہ بن زبیر کے سولی کے مقام کی طرف لے جانا چاہئے، دیکھئے وہ کیا کہتی ہیں، پس عورتوں کی ایک جماعت کو اس

---

[1] زرکلی: زبیر بن عوام بن خویلد اسدی صحابی دلاور پیغمبرؐ و یکی از عشرۂ مبشرہ و نخستین کسی است کہ بر علی اسلام شمشیر کشید، او پسر عمۂ پیغمبر است، در ۱۲ سالگی ایمان آورد، در بدر و دیگر غزوات شرکت جست و در جنگ یرموک خود فرماندہ گردہی از مبارزان بود، در زمان خلافت عمرؓ حضور داشت و دلاوریہا کرد، عمر او را جزو آن دستہ بشمار آورد کہ پس از وی سزاوار خلافت بودند، زبیر مردی مالدار و تجارت پیشہ بود، املاک فراوان از خود باقی گذاشت، در جنگ جمل در وادی السباع ۷ فرسخی بصرہ بدست ابن جرموز بقتل رسید، بخاری و مسلم ۳۸ حدیث از وی ثبت کردہ اند (دیکھئے الاعلام زرکلی)

کام کے لئے متعین کیا گیا کہ وہ پھانسی پر لٹکے ہوئے اپنے جگر پارہ کو دیکھ لیں، عورتوں نے کچھ ایسی تدبیر کی کہ وہ عبداللہ کے پھانسی پر لٹکے ہوئے ڈھانچے کو دیکھ لیں، جسور ماں نے پھانسی پر لٹکے ہوئے ڈھانچے کو دیکھ کر اتنا فرمایا[1]: کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ اس سوار کو گھوڑے پر سے اتار لیں، انہوں نے صرف اتنا کہا اور آگے بڑھ گئیں، حجاج کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ سخت حیرت زدہ ہو گیا، پھر اس نے عبداللہ کی لاش کو پھندے سے اتارنے اور دفن کرنے کا حکم دیا۔

ابوالفضل بیہقی اس واقعے کو نقل کر کے لکھتا ہے:

کہ یہ قصہ اگرچہ طویل ہے لیکن اس میں کئی فائدے ہیں، دو صورتیں یہاں بیان ہو رہی ہیں، اول یہ کہ دنیا میں حسنک جیسے اور بھی لوگ گزرے ہیں جو بڑے ظلم کے نشانے ہوئے بلکہ حسنک سے زیادہ نامور شخصیات گزری ہیں جن پر بڑے ستم ہوئے ہیں (جیسے عبداللہ بن زبیر) دوسرے اگر حسنک کی ماں نے آہ و فریاد نہیں کی اور گریہ وزاری سے پرہیز کیا تو یہ نہ سوچنا چاہیے کہ کسی اور ماں نے اپنے بیٹے کی موت پر گریہ وزاری نہ کی ہوگی، جس طرح حسنک بے گناہ تھا اور بے گناہ وہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور کئی سال تک اس کی لاش پھانسی کے پھندے پر لٹکی رہی، بالکل اسی طرح کا معاملہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ہوا اور عبداللہ بن زبیر کی شخصیت حسنک سے زیادہ محترم تھی، اس صورت حال میں ان کی والدہ نے جس طرح کا عمل کیا وہ حسنک کی ماں سے کم اہمیت کا حامل نہ تھا۔ عبداللہ بن زبیر کی والدہ حسنک کی ماں سے زیادہ محترم تھیں، وہ مشہور صحابی زبیر بن عوام کی اہلیہ اور حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اور ام المومنین حضرت عائشہ کی بہن تھیں۔ اس اعتبار سے ان کا مرتبہ

---

[1] گاہ آن نیامد کہ این سوار را از آین اسپ فرود آرند۔

حسنک کی والدہ سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔

اگرچہ بیہقی نے اس طرح کا مقابلہ نہیں کیا ہے اور حسنک کے قتل کی داستان بڑی تفصیل سے لکھی ہے، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے قتل سے اتنا متاثر نہ تھا، سچ بات یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو حسنک سے زیادہ محترم جانتا تھا جیسا کہ اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہے "در جہان یاران بودند بزرگ تر از وی" (ص ۱۹۳) بلکہ حسنک کے واقعہ کی تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ خود اس کی تاریخ کا ایک جزء رہے، جس کی تفصیل بے جوڑ نہیں، حسنک کے قتل کے واقعے کا ممکن ہے کہ وہ چشم دید گواہ ہو، بہر حال اگر گواہ نہ بھی ہو تو بھی وہ ایسے سینکڑوں آدمیوں سے ملا ہوگا جنھوں نے اس واقعہ کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہوگا، اسی بنا پر اس واقعہ کے بیان میں جو تاثیر ہے وہ شاید عبداللہ بن زبیر کے واقعہ میں نہیں، اسی بنا پر اس واقعہ کی طرز نگارش، تاریخ نگاری کا اعجوبہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن دونوں ماؤں نے بیٹوں کے بہیمانہ قتل پر جس طرح غموں کا اظہار کیا ہے، ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل ہے۔

آخر میں بطور خلاصہ ایک ضروری امر کا ذکر کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہماری گزارش سے یہ بات واضح ہو گئی کہ عبداللہ بن زبیر اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خلافت کے منکر تھے اور انہوں نے اس کے خلاف مکہ میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور عالم اسلام کا بہت بڑا حصہ ان کے زیر اقتدار آ گیا، کوفہ، بصرہ، حجاز، عراق، فارس کے لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی خلافت تسلیم کی اور ان کو امیر المومنین کا خطاب ملا، فارس کے زیر اقتدار آنے کا بین ثبوت وہ سکہ ہے جو ۶۵ھ میں یعنی عبداللہ بن زبیر کی خلافت کے پہلے سال ہی دارابگرد فارس میں ڈھلا تھا اور جس پر سنہ ۶۵ میں پہلوی خط میں یہ عبارت ڈھلی

تھی: عبداللہ امیر و روشنکان یعنی عبداللہ امیر المومنین۔ اس طرح امیر عبداللہ بن زبیر اسلامی حکومت کے چھٹے خلیفہ تھے۔ ان میں پہلے چار یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی خلفائے راشدین کہلاتے ہیں، حضرت حسن جو باقاعدہ خلیفہ تھے خود خلافت سے مستعفی ہوئے، پھر بھی خلفائے صادق میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کے بعد حضرت حسین برسر اقتدار آتے ہیں اور وہ یزید کی خلافت کے منکر ہوئے اور کربلا میں شہید ہو گئے، لیکن ان کی خلافت عام طور پر تسلیم نہیں ہوئی، بنی امیہ کی خلافت بادشاہت میں تبدیل ہوئی، اسی وجہ سے امام حسین یزید کی حکومت کو تسلیم نہ کرکے اس کے ہاتھوں شہید ہو گئے، عبداللہ بن زبیر نے بھی یزید کی حکومت تسلیم نہیں کی لیکن انہوں نے اسی وقت اس کے خلاف جنگ کا اعلان نہیں نہیں کیا، کچھ عرصے کے بعد جب عبدالملک بن مروان بنی امیہ کا سردار بنا تو عبداللہ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور ۸۳ھ میں مکہ میں حجاج بن یوسف کے ہاتھوں حرم میں شہید ہوئے، چونکہ عراق، عرب، نجد، کوفہ، بصرہ، فارس میں ان کی خلافت تسلیم کی جا چکی تھی اس لئے وہ اسلام کے خلیفہ برحق اور امیر المومنین تھے، اس طرح اسلام کے حقیقی خلیفہ اور امیر المومنین حسب ذیل چھ افراد ہوئے ہیں:

خلفائے راشدین : ابوبکر، عمر، عثمان، علی

امام حسن خلافت سے مستعفی

چھٹے خلیفہ امیر المومنین عبداللہ بن زبیر

ان کے علاوہ سارے خلفاء بادشاہ تھے، نہ امیر المومنین تھے اور نہ خلفائے

شہر بریلی کی تاریخی عمارات

از ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب *

بریلی ایک قدیم شہر ہے۔ موجودہ بریلی کینٹ سے کچھ فاصلے پر دریائے رام گنگا کے قریب اونچا گاؤں، قدیم نام مہگواں میں ایک ٹیلے کی غیر سرکاری کھدائی کے بعد جو اشیاء برآمد ہوئی تھیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا تعلق ہڑپا کی تہذیب سے تھا جس کے عہد کا تعین ۲۳۰۰ ق م سے ۱۷۰۰ ق م کے مابین کیا جاتا ہے[1]۔

جب آریوں نے پنجاب سے دوآبے کی طرف بڑھنا شروع کیا اس وقت شمالی ہند کا وہ علاقہ مدھ دیش کہلاتا تھا جس میں ۱۶ ریاستیں تھیں جن کو مہاجن پد کہا جاتا تھا۔ یہ مہاجن پد کاشی سے تکشلا تک واقع تھے جن کے عہد کا تعین ۶۰۰ سے ۳۲۵ ق م کے مابین کیا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک مہاجن پد پانچال تھا۔ شمالی پانچال کی راجدھانی اہی چھترا اور جنوبی پانچال کی راجدھانی کمپل تھی۔ موجودہ اضلاع کانپور، فرخ آباد، بدایوں، بریلی اور مرادآباد پانچال میں شامل تھے[2]۔

اہی چھترا ضلع بریلی کی تحصیل آنولہ کے گاؤں رام نگر میں واقع ہے۔ اہی چھترا میں آدی کوٹ کے کھنڈر اور پارس ناتھ جی کا جین مندر عہد قبل مسیح کے ہیں[3]۔

---

* ۷۳، پھول والان۔ بریلی۔

گپت عہد (۳۲۰ء سے ۵۵۰ء) میں مہاجن پد کی جگہ بھگتی یا جن پد تھے جن کی تعداد ۴۳ تھی۔ اس وقت پانچال بھی ایک بھگتی یا جن پد تھا۔[۵]

ہرش وردھن کی ۶۴۷ء میں وفات کے بعد قنوج پر اقتدار حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی شروع ہوگئی تھی۔ بنگال کے پال۔ دکن کے راشٹر کوٹ اور گرجر پرتی ہار سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی کرنے لگے۔ گیارہویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کے حملوں کے بعد راجپوتوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوگیا۔ ہرش وردھن کی وفات ۶۴۷ء سے غزنوی حملوں کے وقت تک بریلی کی سیاسی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔[۶]

بریلی کھیڑ میں شامل تھا۔ بدری دت پانڈے نے کھیڑ کے موضوع پر لکھا ہے:[۷]

"وہاں پر بڑا جنگل تھا۔ اہیر لوگ رہتے تھے۔ بریلی کا نام اس وقت پٹہ اہیران تھا۔ وہاں کے مالک اہیر تھے۔ یہ زبردست لڑاکے تھے۔ جب تیمور کے ہاتھ بھارت ورش آیا تو اس نے ترہٹ کے راجا کھرک سنگھ اور ہری سنگھ کو انہیں دبانے کو بھیجا۔ یہ راجا کھیڑ یا جاتی کے تھے۔ ان کے نام سے یہ پرانت کھیڑ یا کٹھیڑ کہلایا۔ بعد کو روہیلوں کے آنے سے یہ روہیل کھنڈ کہلایا۔"

حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے کھیڑ کی حدود کا تعین کرتے ہوئے لکھا ہے:[۸]

"کھیڑ کی حدود در روہیل کھنڈ کی حدود موجودہ حال کو شامل تھیں۔ بریلی۔ مرادآباد۔ سنبھل بدایوں کے اقطاع کو کھیڑ کہتے ہیں۔"

حکیم نجم الغنی خاں رام پوری نے یہ اطلاع بھی دی کہ لکھنور کابر اور آنولہ کھیڑیوں کے صدر مقام تھے۔[۹]

کھیڑ یا راجپوت جنگجو تھے۔ وہ سلاطین دہلی اور صوبیداران سنبھل و بدایوں کے خلاف

بغاوت کرتے رہتے تھے جس کے نتیجے میں بہت خوں ریزی ہوئی۔ ۱۲۶۵ء میں غیاث الدین بلبن (م ۱۲۸۷ء) نے اور ۱۳۸۰ء میں فیروز شاہ تغلق (م ۱۳۸۸ء) نے کھیڑیوں کو کچل دیا اور ان کے علاقے کو ویران کردیا۔ اس کے باوجود بھی کھیڑیوں کی بغاوت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کو جب بھی موقع ملتا وہ خراج دینا بند کردیتے تھے۔[۱۰]

بریلی میں ایک کھیڑ یا زمیندار راجا جگت سنگھ بڑھل نے سیاسی قوت حاصل کرلی۔ شہر کہنہ بریلی میں اس کے نام پر ہی محلہ جگت پور آباد ہے۔ اس کے بڑے بیٹے باس دیو بڑھل نے ۱۵۳۷ء میں بریلی کو آباد کیا اور ۱۵۵۰ء میں ایک کوٹ بھی تعمیر کرایا جس کے آثار ختم ہوچکے لیکن اس کی جگہ شہر کہنہ بریلی میں محلہ کوٹ آباد ہے۔[۱۱] باس دیو بڑھل کے نام پر ہی بانس بریلی کے نام کی تشکیل ہوئی جو اب بریلی لکھا اور پڑھا جاتا ہے۔[۱۲]

اکبر کے عہد حکومت (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) میں حباس علی خاں افغان غرغشتی نے ۱۵۶۹ء میں بریلی پر حملہ کیا اور باس دیو بڑھل کو شکست دے کر بریلی پر قبضہ کرلیا۔[۱۳]

یہاں تک بریلی کے عہد قبل مسیح سے اکبر کے زمانے میں فتح بریلی (۱۵۶۹ء) تک کی تاریخ کا ایک نہایت سرسری جائزہ تھا جس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ بریلی اپنی قدامت کے باوجود کبھی سیاسی اقتدار کا مرکز نہیں رہا جس کی وجہ سے وہاں دور قدیم کی عمارتیں نہیں ملتی ہیں اور اگر ہیں بھی تو تاریخی شہادت کے بدون ان کے عہد کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ اب جہاں شہر آباد ہے وہاں جنگل تھا اور اہیر آباد تھے جو جھونپڑوں میں رہتے تھے۔ پختہ عمارتوں کے آثار ان علاقوں میں ملتے ہیں جو اب پرگنے اور مواضع ہیں اور حدود شہر کے باہر۔ جیسے کابر۔ شیر گڑھ۔ شیش گڑھ۔ آنولہ۔ فرید پور وغیرہ۔ تاہم یہ بات قابل قیاس ہے کہ اہیروں۔ راجپوتوں اور دوسری جاتیوں نے کسی وقت عبادت کے لئے

مندر۔ مٹھ۔ ٹھاکر دوارے اور استھل تعمیر کرائے۔ مثال میں مندر ٹیپری ناتھ۔ گنگا مندر مندر باغ چمپت رائے۔ مندر الکھ ناتھ۔ مندر بگڑیا ناتھ اور مندر بھیروں جی، ٹھاکر دوارہ باغ برگٹاں۔ ٹھاکر دوارہ بلدیو جی۔ مٹھ دیبی جی نریادل۔ مٹھ رائے بسے دھوپا اور تلسی استھل شہر بریلی کی قدیم عبادت گاہیں ہیں لیکن تاریخی شہادتوں کی عدم موجوگی میں ان کی قدامت کا تعین کرنا ناممکن سا ہے۔ ان سب کے نام شاہان ونوابین کی عطا کردہ معافیات ہیں۔ ان عمارتوں پر کتبات نہیں ہیں۔ مزید برآں یہ عمارتیں مرمت وتعمیر نو کے مرحلے سے بار بار گزری اور ان کے ابتدائی طرز تعمیر کے نقوش ختم ہو چکے ہیں۔ لہذا ان کی قدامت کا تعین مزید مشکل ہو گیا ہے۔ میرا قیاس ہے کہ ان میں قدیم ترین عمارتیں تیرہویں اور چودہویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتی ہیں۔

بریلی پر مغل اقتدار سے پہلے ہی صوفیوں کی آمد بریلی میں شروع ہو گئی تھی جس کا ثبوت مقبرہ شاہ دانا ولی سے ملتا ہے۔ یہ مقبرہ شہر کہنہ بریلی میں پیلی بھیت روڈ کے مغربی کنارے پر شہامت گنج میں واقع ہے۔ اس مقبرے کے کتبے سے اطلاع ملتی ہے کہ حضرت شاہ دانا کا نام سید جلال الدین احمد تھا اور ان کی وفات ۷۳۱ھ میں ہوئی تھی (مطابق ۱۳۳۰ء) اس وقت محمد تغلق دہلی کا سلطان تھا (۱۳۲۵ء تا ۱۳۵۱ء) مقبرے کا ہشت پہلو طرز تعمیر مغلوں سے پہلے کا ہے۔ اس مقبرے کی مرمت اورنگ زیب کے عہد حکومت میں (۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۷ء) اس کے صوبے دار بریلی راجہ مکرند رائے نے کرائی تھی جو ۱۶۶۹ء تک بریلی میں صاحب اقتدار رہا تھا[۱۴]

مقبرہ شاہ دانا ولیؒ کے طرز تعمیر سے مشابہ ایک مقبرہ چوراہا شہامت گنج کے قریب سید حبیب شاہ کا ہے جن کو حضرت شاہ دانا ولی کا ہمعصر بتایا جاتا ہے[۱۵]

بریلی میں عہد مغلیہ سے پہلے کی عمارتوں میں ایک مسجد اور ایک مقبرہ تکیہ بچا شاہ شہر کہنہ میں واقع ہیں۔ مسجد پورے طور پر تعمیر نو کے مرحلے سے گزر چکی ہے اور اس کی محراب پر کتبہ بھی نہیں ہے۔ لہذا اس روایت کے باوجود کہ وہ بریلی کی پہلی جامع مسجد ہے، اس کے عہد کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ اس مسجد کے جانب مشرق ایک لودی طرز تعمیر کے مقبرے کی موجودگی یہ قیاس کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ مقبرے اور مسجد میں عصری تعلق ہو سکتا ہے مقبرے پر کتبہ نہیں ہے لیکن اس کا ہشت پہلو چبوترہ، اطراف میں برآمدہ، چھت کا نچلا حصہ آگے کی طرف بڑھا ہوا، بالائے چھت مثمن کے ہر کونے پر اور گنبد کے گرد ستونی برجیاں اور مقبرے کی ایک منزل کے قریب مساوی اونچائی اس کے عہد لودی (۱۴۵۱ء تا ۱۵۲۶ء) میں تعمیر کئے جانے کی شہادت دیتے ہیں۔ اس مقبرے میں دو قبور ہیں۔ شہر بریلی میں لودی طرز تعمیر کا یہ واحد مقبرہ ہے۔

شہر بریلی کے مغرب میں اونچی کرسی پر ایک بڑی مسجد ہے جو جامع مسجد قلعہ کہلاتی ہے یہ مسجد محلہ کنگھی ٹولہ میں واقع ہے لیکن اس کے مغرب میں دیوریناں ندی کے کنارے مکرند رائے صوبیدار بریلی کا تعمیر کردہ قلعہ تھا۔ لہذا یہ جگہ قلعہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ دیوریناں ندی کو بھی قلعہ ندی کہا جاتا ہے کیونکہ اس ندی کے کنارے ہی قلعہ تھا۔ اس مسجد کے شمالی گوشے میں قدم رسول کی عمارت اور پہلو میں نبی خانہ ہے۔ اس مسجد میں کوئی قدیم کتبہ نہیں ہے۔ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تحریر کیا ہے:[۱۶]

"جامع مسجد بازار قلعہ میں مکرند رائے کھتری گورنر بریلی ساکن دہلی نے عہد عالمگیر بادشاہ دہلی ۱۶۶۷ء میں تعمیر کرائی تھی"

عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ جامع مسجد

قلعہ بریلی کے طرز تعمیر پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا بالائی حصہ بشمولیت گنبد عہد مغلیہ سے پہلے کے ہیں۔ کمرہ نماز کے اندر وسطی گنبد کی ہشت پہلو کرسی کو ٹکانے کے لئے اس کو ونجیش (Squinches) مہیا کی گئی ہیں۔ مسجد بلند میناروں سے بھی عاری ہے جو مغل طرز تعمیر کا امتیاز ہیں۔ گنبد پیازی (Bulbous) نہیں ہیں جن کو مغلوں نے رائج کیا تھا۔ دروازوں کی محرابیں بھی دانتے دار (Engrailed Arches) نہیں ہیں جو مغلوں نے اختیار کی تھیں لہذا اصل عمارت عہد مغلیہ سے پہلے کی تعمیر شدہ معلوم ہوتی ہے۔ میرا قیاس ہے کہ مسجد سے پہلے موجود تھی جس کو مکرندرائے نے تعمیر قلعہ کے ساتھ زیادہ وسیع پیمانے پر استادہ کیا یا وسیع طور پر مرمت کرائی جس کو اصل مسجد کی تعمیر سمجھ لیا گیا۔

جامع مسجد قلعہ بریلی کے جدید کتبات سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی کے مشہور شاعر و قصیدہ نگار نواب نیاز احمد خاں ہوش (م ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء) نے باب مسجد تعمیر کرایا تھا۔ ٹھیکیدار حاجی نظیر خاں نے مسجد میں چاہ پختہ اور حوض ۱۹۲۸ء میں تعمیر کرائے۔ حاجی سید افضال حسین نے ۱۳۶۰ھ (مطابق ۱۹۴۱ء) میں برآمدہ تعمیر کرایا۔ اس برآمدے کی تعمیر سے اصل مسجد کا پیش منظر (Facade) چھپ گیا ہے جس کی وجہ سے پرانے نقش و نگار نظر نہیں آتے۔

مسجد کے صحن کو چھوٹی اینٹوں سے اس طرح تیار کیا گیا تھا کہ پورے صحن میں محراب دار مستطیلوں کی صفیں بن گئی تھیں جو گویا مصلّا کے نشانات تھے۔ یہ انتظام شہر کی کسی دیگر مسجد میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ جدید تعمیر میں اس صحن پر سیمنٹ کا پلاسٹر کرا دیا گیا ہے۔ مسجد کے کتبات کی حالت بھی زدہ ہے۔ حالانکہ ان کو محفوظ کرنا بہت ضروری ہے کیوں کہ وہ تاریخ مسجد کا ایک منبع ہیں۔

بریلی کو عہد اکبر (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) میں پرگنے کی حیثیت حاصل ہوئی تھی جو سرکار

سنبھل و بدایوں کے ماتحت تھا۔[۱۷] اس وقت سنبھل کا فوجدار حکیم ابوالفتح عین الملک مرزا حسین شیرازی تھا جو فیضی و ابوالفضل کا بہنوئی بھی تھا۔ اس نے اکبر کے حکم سے گھیر جعفر خاں شہر کہنہ بریلی میں ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۹ء میں ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو مرزائی مسجد کے نام سے معروف ہے۔ تعمیر مسجد کی اطلاع اس کتبے سے ملتی ہے جو مسجد کی محراب کے اوپر لگا ہوا ہے۔[۱۸] یہ مسجد بڑے رقبے میں ہے۔ کسی حقداد خاں نے مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا جس کی اطلاع مسجد کے ۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰-۵۱ء کے کتبے سے ملتی ہے جو مسجد کے فی ساد (Facade) پر لگا ہوا ہے۔ اس مسجد کی وسطی محراب کا فریم اتنا بلند تھا کہ اس میں گنبد چھپ گیا تھا۔ یہ وہ خصوصیت تھی جو بریلی کی دیگر تاریخی مساجد میں نہیں ملتی۔ جدید تعمیر میں برآمدے کا اضافہ کرتے وقت درمیانی محراب کے فریم کو اتنا کم کیا گیا ہے کہ گنبد نظر آنے لگا اور فی ساد کی اونچائی کم ہونے سے مسجد کی شوکت ختم ہوگئی۔ اس مسجد کی اہمیت اس کے کتبۂ اکبری کی وجہ سے بھی ہے مرزائی مسجد کا کتبہ نہ صرف تاریخی اہمیت کا حامل ہے وہ پتھر پر آبدار کندہ کاری کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے اس کتبے کے تعلق سے مرزائی مسجد کی تاریخی اہمیت قائم رہے گی۔

اکبر کے بعد جہانگیر کے عہد حکومت (۱۶۰۵ء تا ۱۶۲۸ء) میں شیخ فرید بدایونی بریلی و بدایوں کے ناظم تھے۔ انہوں نے بریلی سے ۲۰ کلومیٹر دور رمپورہ میں ایک قلعہ بنوایا تھا بعد کو رمپورہ فرید پور کے نام سے مشہور ہوا۔[۱۹] شہر بریلی میں جہانگیر کے عہد حکومت کی کسی عمارت کا سراغ نہیں ملتا۔

شاہ جہاں کے عہد حکومت (۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۹ء) میں بدایوں کی جگہ بریلی صدر مقام ہوگیا تھا۔[۲۰] شہر بریلی میں شاہ جہاں کے عہد حکومت کی بھی کسی عمارت کا سراغ نہیں ملتا۔ اورنگ زیب کے عہد حکومت (۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۷ء) میں محمد مسیح کمبوہ نے جس کا

لقب خیر اندیش خاں ثانی تھا، ایک قلعہ اور ایک مسجد تعمیر کرائی تھی[21]۔ قلعہ کا وجود تو ختم ہو چکا مسجد اسلامیہ کالج، بریلی کے متصل جانب مشرق واقع ہے۔ یہ مسجد نو محلہ کہلاتی ہے[22]۔ یہ مسجد مغل طرز تعمیر کا نمونہ ہے۔ عام طرز تعمیر کے مطابق اس مسجد کی درمیانی محراب کے فریم کو بلند نہیں کیا گیا ہے۔ مسجد کے مینار بلند ہیں۔ میناروں کے پلاستر پر آڑی دھاریاں کندہ کی گئی ہیں۔ مغلی گنبد پرشکوہ ہیں۔ چھت نیچی ہے اور کمروں کو محرابوں کے ذریعہ تقسیم کیا گیا ہے۔ کمرۂ نماز سادگی کا نمونہ ہے۔ اس مسجد میں کوئی قدیم کتبہ نہیں ہے۔ ۱۶۷۹ء میں راجہ کمرندرائے بریلی سے منتقل کر دیا گیا تھا۔ لہذا خیر اندیش خاں کی صوبیداری کا زمانہ اس کے بعد کا ہو سکتا ہے۔ قیاساً مسجد نو محلہ کی تعمیر بہ عہد اورنگ زیب ۱۶۷۹ء کے بعد ہوئی تھی۔

مسجد نو محلہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامی دور میں انقلابیوں کی سرگرمیوں کا مرکز بن گئی تھی[23]۔ نواب خان بہادر خاں کی ۶ مئی ۱۸۵۷ء کو شکست کے بعد انگریزی فوج نے شہر میں داخل ہو کر غیر معمولی سفاکی کا مظاہرہ کیا اور نو محلہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی[24]۔ پوری آبادی مقتول ہوئی اور جو بچے وہ بھاگ کر جنگلوں میں روپوش ہو گئے۔ مسجد ویران ہو گئی کیوں کہ نمازیوں نے نو محلہ میں جانا بند کر دیا تھا۔ مسجد کے ایک کتبے کی اطلاع کے مطابق مرزا نظیر بیگ نائب تحصیل دار نے ۱۳۲۴ھ (مطابق ۱۹۰۶ء) میں مسجد نو محلہ کو تعمیر نو کے بعد آباد کیا اور مسجد میں نمازی آنا شروع ہو گئے۔ مسجد کے دوسرے کتبے کی اطلاع کے مطابق خان بہادر حسیم داد خاں رئیس بریلی نے پختہ فرش، حوض، منڈنہ اور باؤنڈری کا ۱۳۳۹ھ مطابق (۲۱-۱۹۲۰ء) کا اضافہ کیا[25]۔ حال میں ہی ایک بلند دروازے کا اضافہ ہوا ہے۔

اورنگ زیب کی ۱۷۰۷ء میں وفات کے بعد محمد شاہ کے عہد حکومت (۱۷۱۹ تا

۱۷۴۸ء) میں اودھ کے شیوخ بریلی میں آباد ہوئے۔ شہر کہنہ بریلی میں کٹرہ چاند خاں اور نواد، شیخان اودھ سے آئے ہوئے شیخان نے ہی آباد کئے تھے۔ ان شیوخ کے مورث اعلیٰ چاند خاں تھے جن کی تعمیر کردہ مسجد چاند خاں کٹرہ چاند خاں میں موجود ہے[26]۔ کتبہ مسجد کے مطابق مسجد چاند خاں کی تعمیر ۱۱۴۹ھ (مطابق ۱۷۳۶ء) میں ہوئی تھی۔ یہ اونچی کرسی پر ایک چھوٹی مسجد ہے اور تعمیر نو کے بعد اپنے پرانے نشانات سے محروم ہو چکی ہے۔

محمد شاہ کے عہد حکومت میں ہی بریلی کے متصدی بدر الاسلام خاں نے ۱۷۴۵ء میں ایک مسجد تعمیر کرائی جو بازار ساہوکارہ میں قلعہ روڈ پر واقع ہے۔ اس مقام پر کبھی پرند فروخت ہوتے تھے۔ مقامی طور پر یہ مسجد گذری کے نام سے مشہور ہو گئی[27]۔ یہ ایک مضبوط سادہ اور حسن نزاکت سے محروم ہے۔ اس کے برگ دار (Folia ted) گنبد مغل طرز کے ہیں اور میناروں کی جگہ دو منزلہ برجیاں ہیں۔

احمد شاہ کے عہد حکومت (۱۷۴۸ تا ۱۷۵۴ء) میں حافظ رحمت خاں روہیلہ کھنڈ پر قابض ہو چکے تھے۔ ان کے عہد حکومت میں کسی خلیل نے محلہ لودی ٹولہ شہر کہنہ بریلی میں ۱۱۶۹ھ مطابق (۵۶-۱۷۵۵ء) میں مسجد جہاں خاں تعمیر کرائی۔ کتبہ مسجد خلیل اور جہاں خاں کا علم نہیں ہوتا۔ یہ اونچی کرسی پر ایک چھوٹی مسجد ہے جس میں کمرہ نماز اور چھت پر گلکاری کی گئی ہے جو اس مسجد کا امتیاز ہے۔ کسی لودی امیر سے منسوب یہ شہر کی واحد مسجد ہے۔

عہد روہیلہ کی مساجد میں حافظ رحمت خاں کی بہن جو بی بی جی کے نام سے مشہور تھیں، کی بنوائی ہوئی مسجد بی بی جی محلہ بہاری پور میں واقع ہے۔ کتبہ مسجد کی عدم موجودگی میں اس کی تاریخ تعمیر کا تعین نہیں کیا جا سکتا[28]۔ یہ بہت کشادہ، پرشکوہ کافی اونچی کرسی پر شاندار مسجد ہے اس کے برگ دار مغل طرز کے گنبد اور بلند کلس دار مینار جن پر آڑی دھاریاں کندہ کی گئی ہیں،

مسجد نو محلہ کے مینار و گنبد کے مشابہ ہیں۔ فی ساد کی محرابوں کے حاشیے پر تزئین کی گئی ہے اسی طرح محراب امام کے حاشیوں کو آیات قرآنی سے آراستہ کیا گیا ہے۔ مسجد کو دیکھتے ہی اس کے مضبوط اور پرشکوہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ مسجد نو محلہ اور مسجد بدر الاسلام خاں کی طرح اس مسجد کے صحن میں بھی حوض ہے۔

عہد روہیلہ کی مساجد میں ایک مسجد محلہ جسولی بریلی میں ہے۔ یہ مسجد آخون زادے کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد میں آخون محمد زیارت خاں کی قبر ہے جن کی وفات ۱۷۷۱ء میں ہوئی تھی[29]۔ یہ بھی اونچی کرسی پر ایک وسیع و کشادہ مسجد ہے۔ تعمیر نو کی وجہ سے اس کے پرانے نشانات معدوم ہو چکے ہیں۔ صرف عقبی اور بالائی حصے سے اس کی عظمت پارینہ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

شہر بریلی میں عہد روہیلہ کی یادگار گڑھی راؤ پہاڑ سنگھ اور کٹرہ مان رائے بھی ہیں لیکن بتدریج ان کا وجود ختم ہو رہا ہے۔ راؤ پہاڑ سنگھ اور مان رائے نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کے دیوان فوج و دیوان مال علی الترتیب تھے۔

۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو کرنل چیمپین اور نواب شجاع الدولہ کی مشترکہ فوج کے مقابلے میں حافظ رحمت خاں کو شکست ہوئی اور بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ اودھ کے عہد حکومت میں بزمانہ آصف الدولہ (۱۷۷۵ تا ۱۷۹۷ء) مسجد آصفی تعمیر ہوئی جو بازار ساہوکارہ میں مسجد گندری کے قریب واقع ہے۔ یہ شیعہ مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اس مسجد کی کرسی کافی اونچی ہے۔ مسجد کے کتبہ تعمیر سے اطلاع ملتی ہے کہ اس کی ۱۲۱۱ھ (مطابق ۱۷۹۶-۱۷۹۷ء) میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کی ثانوی تعمیر ۱۲۷۳ھ (مطابق ۱۸۵۶-۱۸۵۷ء) میں ہوئی تھی۔ کتبے سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ مسجد کس نے تعمیر کرائی تھی[30]۔ یہ مسجد گذشتہ

صدی میں بہت پر جمال ہو گی کیوں کہ اس کے در و دیوار پر زیادہ سے زیادہ تزئین کے آثار ملتے ہیں۔ در و دیوار کے علاوہ جالیوں۔ طاقچوں اور مستطیلوں پر کمانی محرابیں بنا کر آرائش کی گئی ہے۔ فی ساد کی محرابوں کے نچلے حصے (Spandrels) کو اور کمرہ نماز میں محراب امام اور چھت کو شوخ رنگ کی پھول پنکھڑیاں بنا کر خوش نما بنایا گیا ہے۔ یہ بریلی شہر کی واحد مسجد ہے جس میں کمانی محرابوں کے نشانات کو جگہ جگہ بطور آرائش استعمال کیا گیا ہے اس مسجد میں الکوو (Alcove) بھی نہیں ہے جس کی جگہ مسجد کی عقبی دیوار پر دو عمودی ابھری ہوئی لکیریں بنا کر ان پر کمانی محراب کا اضافہ کیا گیا ہے جس سے اندرون مسجد محراب امام کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اس مسجد کا فی ساد بلند ہے اور اس پر چھوٹے قبوں کی ایک قطار ہے اور اس کے بھی اوپر چھوٹی ہوادار محرابوں کی (Perforated Arcade) صف ہے۔ مسجد کے تینوں گنبد برگ دار ہیں اور بلند میناروں کے پلاستر پر آڑی لکیریں کندہ کی گئی ہیں۔ یہ بریلی کی واحد مسجد ہے جس میں باؤلی تھی[31]۔ چند سال قبل باؤلی کو پاٹ دیا گیا۔ مجموعی طور پر یہ مسجد بہت کچھ اودھ کے طرز تعمیر سے متاثر معلوم ہوتی ہے۔ ۱۸۰۱ء میں بریلی پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا قبضہ ہو گیا۔ کمپنی نے اپنی فوجی، غیر فوجی اور رہائشی ضرورت کے مطابق فوجی چھاونی قائم کی، گورستان (Cemetery) اور گرجے بنائے۔ دفاتر کے لئے عمارتیں تعمیر کیں۔ بازار اور باغ بھی مہیا کئے۔ بریلی کینٹ کے گورستان میں سب سے زیادہ پرانی قبر لوح قبر (Epitaph) کے مطابق ہنری برکاک ایڈیشنل جج بریلی کی بیٹی میری الزبتھ کی ۱۸۰۹ء کی ہے جس سے یہ رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ بریلی چھاونی کا قیام ۱۸۰۹ء سے پہلے ہوا تھا۔ اس گورستان میں ۱۸۵۷ء کے انگریز مقتولین کی بھی قبریں ہیں۔ بریلی میں کمپنی کے عہد حکومت کے دو گرجے محفوظ اور آباد ہیں۔

ان میں سنٹ اسٹیفنن چرچ ۱۸۱۸ء کا اور فری ول بیپٹسٹ چرچ (Freewill Baptist church) ۱۸۳۸ء کا ہے۔ انگریزوں نے بریلی کینٹ میں ایک قلعہ بھی تعمیر کرایا جس کی ضرورت انہوں نے ۱۸۱۶ء کی مفتی محمد عوض کی ہاؤس ٹیکس کے خلاف بغاوت اور خونریزی کے نتیجے سے محسوس کی تھی[32]۔ بریلی کینٹ میں ہی کمپنی باغ ہے جواب گاندھی ادیان کہلاتا ہے۔ کمپنی باغ کی سہ زاویہ چھت (Pediments) اور مدور ستون کا دروازہ رام لیکھ راج رئیس بریلی نے ۱۸۵۴ء میں تعمیر کرایا تھا۔ ایک کتبہ بھی نصب کرایا۔ جو محفوظ ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے بریلی پر اقتدار کے زمانے (۱۸۰۱ تا ۱۸۵۸ء) میں ہی بریلی کے ایک رئیس بہادر سنگھ بھٹناگر نے قلعہ ندی پر پختہ پل تعمر کرایا جو کتبہ کے مطابق ۱۸۴۲ء کا تعمیر شدہ ہے۔ یہ پل اس وقت بریلی کارپوریشن کی حدود میں شامل ہے اور بریلی دہلی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے اس پر ہمہ وقت گاڑیوں اور لوگوں کی آمدورفت جاری رہتی ہے۔

حکومت برطانیہ کے عہد میں جان انگلس (John Inglis) کلکٹر بریلی نے ۱۸۶۹ء میں ایسٹرن انگلس میموریل اسکول اور ۱۸۷۰ء میں ویسٹرن انگلس میموریل اسکول شہر کہنہ اور قلعہ میں علی الترتیب قائم کئے جواب مولانا آزاد انٹر کالج اور تلک انٹر کالج کہلاتے ہیں۔ ان کالجوں کی چھتوں کے کونے سہ زاویہ ہیں، محرابیں ٹیوڈر (Tudor Arches) اور ستون مدور (Roman Pillars) ہیں۔ انگریزوں نے بعد کی عمارتوں میں چھتوں پر گنبد کا اضافہ کیا جو بریلی کالج بریلی ڈفرن اسپتال اور سٹی پوسٹ آفس کی عمارتوں پر ملتے ہیں۔

شہر بریلی میں ایک مقبرہ بریلی پیلی بھیت شاہراہ پر دھرم پور میں واقع ہے جس کو منشی کریم الدین نے اپنی حیات میں ہی ۱۳۱۱ھ ہجری (مطابق ۱۸۹۳-۹۴ء) میں تعمیر کرایا تھا منشی کریم الدین فرزند تھا، شیخ بدر الدین کا جو ۱۸۵۶ء میں شہر بریلی کا کوتوال اور انگریزوں کا معاون و وفادار تھا۔ اس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی دستاویزات میں ملتا ہے۔ جب محمد شفیع رسالدار اور بخت خاں صوبیدار کی بغاوت کے بعد انگریز سول اور فوجی افسران بریلی کینٹ سے نینی تال میں پناہ لینے کے لئے بھاگے تھے، اس وقت بدر الدین ان کے ساتھ نینی تال تک گیا تھا۔ اس مقبرے میں کریم الدین اور اس کی اہلیہ کی قبور ہیں۔ مقبرے کی جانب شمال چہار دیواری کے اندر کریم الدین کا خاندانی گورستان ہے۔

شہر بریلی کے محلہ خواجہ قطب میں مشہور صوفی و شاعر حضرت شاہ نیاز احمد (۱۸۳۴ء) کا سنگ مرمر کا مقبرہ ہے، جس کے نازک ستون، گول محرابیں، نازک جالیاں اور منبت نقش و نگار بالائے مقبرہ مربع کرسی پر تین سوغانی گنبد حسن خیز ہیں۔ یہ مقبرہ بے حد پُرجمال ہے۔ بریلی میں سنگ مرمر کا یہ واحد مقبرہ ہے۔ حال میں ہی مقبرے کی عمارت میں ایک بلند مینار کا اضافہ کیا گیا ہے[33]۔

بریلی شہر کی بعض تاریخی عمارتوں کا وجود ختم ہو چکا۔ کتب خانہ کی خوش نما عمارت جس کی بنیاد ۱۸۵۵ء میں رکھی گئی تھی[34]، جہاں پچھلی صدی میں روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کا دفتر تھا[35]۔ جہاں سے نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی م ۱۸۹۲ء کے گلدستہ "ہوش افزا" کی اشاعت ہوتی تھی اور جہاں اردو، فارسی، عربی کتب کا بڑا ذخیرہ تھا، ۱۹۶۰ء کے بعد کسی سال منہدم ہو گئی۔ کتبہ عمارت بھی ضائع ہو گیا۔ مقبرہ حافظ رحمت خاں جس کا گنبد اعلیٰ فن کاری کا نمونہ اور عہد روہیلہ کے طرز تعمیر کی ایک مثال تھا، ۱۹۸۹ء کی برسات میں منہدم ہو گیا۔ اس کے ساتھ تین کتبات بھی ضائع

ہو گئے۔ غنیمت ہے تینوں کتبات کی نقول اور ان کی تفصیل محکمۂ آثار قدیمہ ناگپور کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں[36]۔ خاندان روہیلہ کے باقر گنج میں بیری والے باغ کے قبرستان میں جہاں نصف صدی قبل سناٹا رہتا تھا، آبادی کے دباؤ کی وجہ سے گویا محلہ آباد ہوگیا ہے۔ وہاں ایک چبوترے پر تین قبور ہیں۔ پورے قبرستان میں صرف اس چبوترے پر نواب عنایت خاں پسر کلاں نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کی قبر پر کتبہ برقرار ہے۔ قبور شکست وریخت کا منظر پیش کرتی ہیں اور کتبات ضائع ہو چکے۔ ان حالات میں باقی ماندہ تاریخی عمارات وکتبات کو محفوظ کرنے کے لئے غیر سرکاری کوشش کی بھی ضرورت ہے کیونکہ یہ عمارات وکتبات ہماری قومی میراث ہیں جن کے ذریعہ علاقائی تاریخ کا عہد بہ عہد مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

استدراک

راقم الحروف نے یہ مضمون رام پور رضا لائبریری رام پور کے دو صد سالہ جشن کے موقع پر "روہیل کھنڈ کی تاریخی ثقافتی اور ادبی وراثت" کے زیر عنوان بین الاقوامی سمینار منعقدہ ۲۵ جولائی تا ۲۸ جولائی ۱۹۹۸ء کے تاریخ و آثار قدیمہ کے جلسے میں ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کو پیش کیا تھا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۹۸ء کے بعد تا حال روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے شعبہ تاریخ قدیمہ وثقافت کے زیر اہتمام جن ٹیلوں (mounds) کا سروے ہوا اور رپورٹ شائع ہوئیں ان سے ضلع بریلی کی تاریخی قدامت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس مضمون کے آغاز میں بریلی کی تاریخی قدامت کا مذکور ہوا تھا، لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ نئی تاریخی دریافت کا ذکر کر دیا جائے۔ اس اضافے سے معلومات حسب ضرورت حاصل ہو جائیں گی۔

بریلی کی قدیم تاریخ کے سلسلے میں جو نئی معلومات سامنے آئیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے

۱۔ بریلی شاہ جہاں پور شاہراہ کے کنارے فتح گنج شرقی سے ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر گرام

عالم پور میں ایک ٹیلے کی ارض کاوی (Excavation) کے بعد بعض قدیم اشیا برآمد ہوئیں جن میں ایک مٹکا، چکی کے پاٹ، ایک پتھر کی مورتی کا نچلا دھڑ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے اساتذہ کی رائے میں یہ اشیا چھٹی صدی قبل مسیح کی ہیں[37]۔

۲۔ بریلی پیلی بھیت شاہراہ کے جانب شرق ۶ کلومیٹر کے فاصلے پر اور روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے شرق میں ایک گرام مسمّی دوہرا میں ایک ٹیلے کی کھدائی کے دوران اصنام ہاتھی کی شکل کے کھلونے، سرخ مٹی کے برتن، دیویوں کی مورتیاں۔ دیوی ہری تی (بچوں کی نگراں دیوی) کی مورتی۔ سانچے سے تیار کئے ہوئے مرتبانوں کے ٹکڑے۔ دوات۔ پتھر کے کولہو وغیرہ برآمد ہوئے۔ اینٹیں "۱۸ لمبی" ۱۰ چوڑی اور ½ ۲ دبیز ہیں۔ یہی گپت عہد (۳۲۰ء تا ۶۵۵ء) کی اینٹوں کا سائز ہے۔ چہار دیواری کے آثار بھی ملے جن پر برجیاں برائے نگرانی بنی ہوئی تھیں۔ یہ دیوار ایک خندق (moat) کی معلوم ہوتی ہے جس میں ایک کلومیٹر فاصلے پر رواں نکٹیا ندی سے پانی آتا تھا۔ روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے اساتذہ کا خیال ہے کہ یہ مقام عہد کشان (قیاساً ۳۵ء سے ۲۲۵ء تک) کا ہے اور جو عہد گپت یعنی چھٹی عیسوی تک آباد رہا۔ ان کا یہ بھی خیال ہے، کہ اگر ارض کاوی نچلی سطحوں تک کی جائے تو ہڑپا تہذیب (۲۳۰۰ تا ۱۷۰۰ قبل مسیح) کے آثار مل سکتے ہیں[38]۔

۳۔ ضلع بریلی کی تحصیل فرید پور کے گرام مسمّی وے ول بسنت پور میں ایک ٹیلے کی جزوی کھدائی کے نتیجے میں اینٹیں اور مٹی کے ظروف برآمد ہوئے جن کا تعلق گپت عہد (۳۲۰ء تا ۶۵۵ء) سے ہے۔ اسی طرح بریلی بدایوں شاہراہ پر گرام بناور میں ایک ٹیلے کی جزوی کھدائی سے دور قدیم کے مٹی کے برتنوں کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔

روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی کے زیر اہتمام آثار قدیمہ کی دریافت کا کام جاری ہے اور نئے

حقائق کا انکشاف متوقع ہے۔ بہرحال اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ روہیل کھنڈ/بریلی کے زرخیز علاقے میں خاص طور پر دریائے رام گنگا (قدیم نام راہب ندی) اور اس سے ملنے والی ندیوں کے کنارے عہد قبل مسیح میں نوآبادیات قائم ہوئیں جو پانچال کی راجدھانی اہی چھترا کے منطقے میں واقع ہونے کی وجہ سے اس کی مضافاتی اکائیاں معلوم ہوتی ہیں اور ساتویں صدی میں اہی چھترا کے زوال کے ساتھ خود بھی ختم ہوگئیں۔ اہی چھترا کے زوال کے بعد راجپوتوں کے عروج کے زمانے میں روہیل کھنڈ/بریلی میں نئی بستیاں قائم ہوئیں اور آبادکاری کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ قدیم بستیوں کی دریافت' ان بستیوں کے مابین تعلق کی نوعیت اور آبادکاری کے ارتقائی مطالعے کے بعد ہی ہڑپا تہذیب سے مسلمانوں کے حملوں کے وقت تک کی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے۔ اس وقت طلب اور صبر آزما کام میں وقت لگے گا تاہم روہیل کھنڈ/بریلی کی قدیم تاریخ کے خدوخال ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ امید ہے مستقبل میں قدیم تاریخ بھی مرتب ہوجائے گی۔

حوالہ جات اور حواشی

۱؎ یہ کھدائی ایک ماہر آثار قدیمہ ابھے بابو نے کرائی تھی جس کا حوالہ نرنکار دیوسیوک نے اپنے ہندی زبان میں مضمون "پانچال کے پوروا اتہاس کی ایک کھوج" میں دیا ہے۔ نرنکار دیوسیوک کا یہ مضمون اخبار امر اجالا بریلی کے کمایوں نمبر بابت نومبر ۱۹۷۴ء میں شایع ہوا تھا ۲؎ اتر پردیش (۱۹۸۸-۸۹ء) سالانہ رپورٹ۔ محکمہ نشرواشاعت لکھنو۔ ص ۱۳۱ تا ص ۵۳۳ ۳؎ ڈاکٹر ونود چند سنہا۔ پراچین بھارت کا اتہاس ص ۱۶۲ اور ص ۶۳ ۴؎ بی این پانڈے۔ دی ساگا آف اہی چھترا۔ مشمولہ پانچال جرنل کان پور۔ ص ۳ تا ص ۷، ۵؎ رومیلا تھاپر۔ بھارت کا اتہاس ص ۲۰۰ تا ص ۲۱۰، ۶؎ اسٹینلی لین پول نے ایچ ایم ایلیٹ کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ محمود غزنوی نے ۱۰۰۰ء سے ۱۰۲۶ء تک

ہندوستان پر سترہ حملے کئے تھے۔ میڈیاول انڈیا انڈر محمڈن اول ص ۱۸ اور ص ۱۹ ۷؎ بدری دت پانڈے۔ کمایوں کا اتہاس۔ ص ۷۰ ۸؎ حکیم نجم الغنی خاں رام پوری۔ اخبار الصنادید جلد ۱۔ ص ۵ ۹؎ ایضاً ۱۰؎ محمد قاسم فرشتہ۔ تاریخ فرشتہ۔ اردو ترجمہ از عبدالحئی۔ ص ۲۰۶ اور ص ۳۴۴ ۱۱؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۱ ۱۲؎ ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب۔ بریلی کی وجہ تسمیہ۔ سہ ماہی العلم کراچی۔ اپریل تا جون ۱۹۹۳ء ۱۳؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں (ص ۲۱ و ص ۲۲) مغل فوج کی فتح بریلی کے سلسلے میں تذبذب کا اظہار کیا ہے۔ بریلی کی فتح ہمایوں کے عہد میں ہوئی یا اکبر کے، مغل فوج کا سربراہ الماس علی خاں تھا یا کوئی دیگر شخص، ہم نے شجرۂ خاندان مولویان نقوی واسطی امروہوی ثم بریلی نزد چاہ خرم محلہ ذخیرہ بریلی کے تاریخی حصے سے استفادہ کرتے ہوئے عباس علی خاں غزنشی کو اکبر کی فوج کا سربراہ تحریر کیا ہے ۱۴؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں (ص ۳۱۹) شاہ نواز خاں کی مآثرالامرا کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ شاہ دانا نے عرب بہادر اور نیابت خاں کے ساتھ ۱۵۸۲ء میں اکبر کے خلاف خروج کیا تھا۔ ہمارے خیال میں کتبۂ مقبرۂ ہذا کے مطابق سید جلال الدین احمد عرف شاہ دانا کی وفات ۷۳۱ ہجری (مطابق ۱۳۳۰ء) بہ عہد تغلق شاہ (۱۳۲۵ تا ۱۳۵۱ء) ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ مقبرے کا طرز تعمیر بھی مغل طرز تعمیر سے پہلے کا ہے۔ یہ بات بھی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ اورنگ زیب کے صوبیدار بریلی نے ایک ایسے مقبرے کی مرمت یا تعمیر نو کرائی جس میں مدفون فرد نے اکبر کے خلاف خروج کیا تھا۔ لہذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی کو شاہ دانا کی عرفیت میں یکسانیت سے التباس ہوا۔ مذکورہ بغاوت نواح سنبھل میں ہوئی تھی اور اس کو سنبھل کے فوجدار عین الملک مرزائی نے کچل دیا تھا۔ وہ شاہ دانا کوئی دیگر شخص تھا ۱۵؎ عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۳۲ ۱۶؎ ایضاً ص ۲۵۲ ۱۷؎ مولوی رضی الدین بسمل بدایونی۔ کنز التاریخ۔ ص ۱۲ و ص ۱۳ ۱۸؎ بخوف طوالت کتبات نقل نہیں کئے

گئے ہیں۔ شہر بریلی کی تاریخی عمارات کے کتبوں پر راقم الحروف کا مضمون ماہنامہ معارف اعظم گڑھ نومبر و دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکا ہے جس سے رجوع کیا جائے [۱۹] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۳۶ [۲۰] مولوی رضی الدین بسمل بدایونی۔ کنز التاریخ۔ ص ۲۴۸ [۲۱] اکبر فاروقی میرٹھی۔ آئینہ مسعودی۔ ص ۲ [۲۲] حکیم نجم الغنی خاں رامپوری۔ اخبار الصنادید۔ جلد ۱۔ ص ۱۰۵ [۲۳] سید اطہر عباس رضوی۔ فریڈم اسٹرگل ان یوپی۔ جلد ۵۔ ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۵ [۲۴] سید مصطفیٰ علی بریلوی ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد نواب خان بہادر خاں شہیدؒ۔ ص ۱۸۶ تا ص ۱۸۸ [۲۵] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی۔ تاریخ روہیل کھنڈ۔ ص ۲۵۱ و ص ۲۵۲ [۲۶] ایضاً ص ۲۵۱ اور ص ۳۱۰ [۲۷] ایضاً ص ۲۵۲ اٹکنسن۔ بریلی گزیٹیر [۲۸] سید الطاف علی بریلوی نے اپنی مشہور تالیف حیات حافظ رحمت خاں میں تحریر کیا کہ نواب حافظ رحمت خاں کی ۲۳ اپریل ۱۷۷۴ء کو شکست کے بعد ان کی بہن نے جو بی بی جی کے نام سے مشہور تھیں یہ مسجد تعمیر کرائی تھی (ص ۳۶۰) سید الطاف علی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ بیان مشکوک معلوم ہوتا ہے۔ روہیل کھنڈ کو فتح کرنے کے بعد شجاع الدولہ نے خاندان روہیلہ پر جو مظالم کیے تھے، ان کے پیش نظر خاندان روہیلہ کے کسی فرد کا ایسے پُر آشوب ماحول میں مسجد کا تعمیر کرانا بعید از فہم و قیاس ہے۔ لہٰذا جب تک کوئی تاریخی شہادت فراہم نہ ہو مسجد بی بی کی تاریخ تعمیر کا تعین کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا [۲۹] نام محمد زیارت خاں المعروف بہ آخون فقیر صاحب۔ صاحب باطن بزرگ تھے۔ نواب حافظ رحمت خاں روہیلہ کے عہد حکومت کے مشہور شیخ طریقت تھے۔ بریلی میں فوت ہوئے (فٹ نوٹ حیات حافظ رحمت خاں۔ ص ۲۹۱) [۳۰] عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں تحریر کیا ہے "مسجد شیعان عہد آصف الدولہ وزیر اودھ کی باہتمام مرزا حسن رضا خاں تعمیر ہوئی" (ص ۲۵۲) عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی نے اپنے بیان کی تائید میں کوئی حوالہ نہیں دیا اور نہ مرزا حسن رضا خاں کو متعارف کرایا۔ آصف الدولہ کی وفات ۱۷۹۷ء میں ہوئی تھی اور شیعہ مسجد کی تعمیر ۱۷۹۶ء میں۔ چونکہ یہ مسجد

آصف الدولہ کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی، اس کو آصفی مسجد سے بھی موسوم کیا گیا۔ ڈاکٹر مسعود نقوی نے اپنے مضمون "بدایوں اور نوابین اودھ کا ۳۰ سالہ عہد حکومت" (ماہنامہ مجلہ بدایوں کراچی ستمبر ۱۹۹۳ء) میں بریلی / بدایوں کے صوبیداروں۔ فوجداروں اور تحصیلداروں کے اسماء اور ان کی مدت تقرری کی تفصیل دی ہے۔ اس فہرست کے مطابق ۱۷۹۶ء میں بریلی کا صوبیدار الماس علی خاں تھا مرزا حسین علی خاں، جس کے متعلق مقامی طور پر مشہور ہے کہ اس نے مسجد آصفی تعمیر کرائی تھی ۱۸۰۰ء میں بریلی کا صوبیدار یا چکلہ دار تھا اور اسی سال وہ معزول ہو کر لکھنؤ چلا گیا تھا۔ لہٰذا مرزا حسن رضا خاں اور مرزا حسین علی خاں دو علیحدہ علیحدہ افراد ہیں۔ مرزا حسن رضا خاں نے آصفی مسجد کی تعمیر کرائی تھی یا نہیں اور وہ کون شخص تھا ہنوز جواب طلب سوالات ہیں۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ مرزا حسین علی خاں صوبیدار بریلی نے آصفی مسجد کو تعمیر نہیں کرایا تھا [۳۱] حال میں باؤلی کو پاٹ دیا گیا جس سے اس مسجد کی ایک امتیازی خصوصیت ختم ہو گئی [۳۲] مفتی محمد عوض نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے نانا تھے۔ چونکہ ان کی قیادت میں بغاوت ہوئی تھی اس کا نام "مفتی گردی" مشہور ہو گیا۔ یہ بغاوت ۱۶ اپریل ۱۸۱۶ء سے ۲۱ اپریل ۱۸۱۶ء تک جاری رہی۔ بعد کو کیپٹن کننگھم نے مراد آباد سے آکر اپنی فوج سے مجاہدین کو شکست دی۔ اس کے بعد مفتی محمد عوض ٹونک چلے گئے (حیات حافظ رحمت خاں ص ۳۶۴۔ ص ۳۶۵) اس واقعے کی تحقیقات کے لیے ایک کمیشن بھی مقرر ہوا تھا جس کی تفصیل عبدالعزیز عاصی بریلوی نے تاریخ روہیل کھنڈ میں شامل کی ہے (ص ۱۹۶ تا ص ۱۹۹) [۳۳] خانقاہ نیازیہ بریلی میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مقبرہ شاہ نیاز احمد کی تعمیر حضرت شاہ محی الدینؒ کی حیات میں ہوئی تھی، جن کی مسند نشینی کی مدت ۱۹۰۲ء سے ۱۹۲۴ء کو محیط ہے۔ لہٰذا مقبرہ نیاز احمد کی تعمیر ۱۹۰۲ء اور ۱۹۲۴ء کے مابین ہوئی تھی [۳۴] سید بدر الدین علوی۔ حضرت مفتی عنایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بریلی کا کتب خانہ۔ ماہنامہ معارف اعظم گڈھ۔ مارچ ۱۹۵۲ء [۳۵] روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی

بریلی کے زیر اہتمام ماہنامہ مخزن العلوم بریلی شایع ہوتا تھا جس کی جلد ۸ جنوری ۱۸۷۲ء تا دسمبر ۱۸۷۲ء کے شمارے میرے پاس محفوظ ہیں۔ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی کا اپنا مطبع بھی تھا۔ اس سوسائٹی کے سکریٹری گنگا پرشاد ڈپٹی کلکٹر اور لالہ لچھمی نرائن رئیس بریلی تھے۔ غالب کی دستنبو کا دوسرا ایڈیشن، تاریخ روہیل کھنڈ از نیاز احمد خاں ہوش اور تاریخ بدایوں و دیگر کتب اس سوسائٹی نے طبع کرا کے شایع کی تھیں۔ یہ سوسائٹی کب بند ہوئی معلوم نہیں ہو سکا۔ مزید مطالعے کے لیے راقم الحروف کے مضامین "گلدستہ ہوش افزا بریلی" معارف اعظم گڈھ۔ اپریل ۱۹۸۱ء اور "بریلی کے اہم اخبارات" معارف اعظم گڈھ نومبر و دسمبر ۱۹۹۳ء سے رجوع کیا جا سکتا ہے [۳۶] سالانہ رپورٹ ۱۹۶۴-۶۵ء۔ دنبر ۳۴۸ تا ۳۵۰۔ ص ۱۷۱ و ص ۱۷۲ [۳۷] اخبار امر اجالا (ہندی۔ روزانہ) بریلی ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۶ء [۳۸] ایضاً۔ ۲۴ جنوری ۲۰۰۰ء۔

کتابیات

اکبر وارثی میرٹھی۔ آئینہ مسعودی اردو لکھنؤ ۱۹۳۸ء

الطاف علی۔ سید۔ بریلوی حیات حافظ رحمت خاں طبع ثالث اردو کراچی ۱۹۸۰ء

اطہر عباس رضوی۔ ڈاکٹر۔ سید Freedom stranggle in Uttar Parderh Vol (V) انگریزی لکھنؤ ۱۹۶۰ء

اسٹینلے لین پول gnediaeval India Under Mohaumadan Rule (A) 712-1707 انگریزی لندن ۱۹۱۶ء

بدری دت پانڈے کمایوں کا اتہاس ہندی الموڑہ ۱۹۳۷ء

رومیلا تھاپر بھارت کا اتہاس ہندی نئی دہلی ۱۹۹۵ء

رضی الدین بسمل۔ مولوی۔ بدایونی کنز التاریخ اردو بدایوں ۱۹۰۷ء

عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی تاریخ روہیل کھنڈ اردو کراچی ۱۹۶۳ء

محمد قاسم فرشتہ تاریخ فرشتہ۔ جلد ۱۔ ترجمہ عبدالحی اردو دیوبند ۱۹۸۳ء

مصطفیٰ علی۔ سید۔ بریلوی ۱۸۵۷ء کا ایک جانباز مجاہد۔ خان بہادر خاں شہید اردو کراچی ۱۹۶۶ء

نجم الغنی خاں۔ حکیم۔ رامپوری اخبار الصنادید۔ جلد ۱۔ اردو لکھنؤ ۱۹۱۸ء

ونود چند رسنہا۔ ڈاکٹر پراچین بھارت کا اتہاس ہندی بریلی ۱۹۷۹ء

مضامین

بی این پانڈے The Saga of Ahicchatra انگریزی پانچال جرنل کانپور (تاریخ ندارد)

بدرالدین۔ سید۔ علوی حضرت مفتی عنایت احمد صاحبؒ اور بریلی کا کتب خانہ اردو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ۔ مارچ ۱۹۵۲ء

کرشن باجپئی۔ پروفیسر اہی چھترا یگ یگ میں ہندی پانچال جرنل کانپور (تاریخ ندارد)

لطیف حسین ادیب۔ سید۔ ڈاکٹر گلدستہ ہوش افزا بریلی اردو ماہنامہ معارف اعظم گڈھ اپریل ۱۹۸۱ء

ایضاً بریلی کے اہم اخبارات اردو ایضاً۔ نومبر و دسمبر ۱۹۹۳ء

ایضاً شہر بریلی کی تاریخی عمارات کے کتبات اردو ایضاً۔ " ۱۹۹۵ء

ایضاً بریلی کی وجہ تسمیہ اردو سہ ماہی العلم کراچی۔ اپریل تا جون ۱۹۹۳ء

مسعود نقوی۔ ڈاکٹر۔ بدایوں اور نوابین اودھ کا ۲۷ سالہ عہد حکومت اردو ماہنامہ مجلہ بدایوں کراچی۔ ستمبر ۱۹۹۳ء

زنکار دیو سیوک پانچال کے پورو اتہاس کی ایک کھوج ہندی روزانہ اخبار امر اجالا بریلی کمایوں نمبر ۱۹۷۴ء

رپورٹ

1. Uttar Pardesh Annual RePart (1988-99) Informa-
-tion and Public Relations Department Uttar Pardesh
Lucknow-
2- Annual RePart on Indian Epigraphy for the
year 1964-65- Appendix D. PP 171-72 Nos 348: to
350 Archaeological survey of India Nagpur-

شجرہ خاندان

شجرۂ خاندان مولویان نقوی واسطی امروہوی ثم بریلی۔ مملوکہ سید محبوب حسین نقوی سکنہ نزد چاہ خرم محلہ ذخیرہ بریلی۔

اخبارات

امر اجالا۔ ہندی۔ روزنامہ۔ بریلی۔ بابت ۱۱ اکتوبر ۱۹۹۹ء
ایضاً بابت ۲۴ جنوری ۲۰۰۰ء

علامہ جامی کی ایک نودریافت مثنوی

"سیف الملوک بدیع الجمال"

از جناب طارق مجاہد جلبی *

نابغۂ خراسان مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی (۸۱۷-۸۹۸ھ/۱۴۱۳-۱۴۹۲ء) کی شاعری کے بارے میں مشہور مستشرق ایڈورڈ براؤن EDWARD G. BROW-NE (۱۸۶۲-۱۹۲۶ء) اپنی تصنیف A HISTORY OF PERSIAN LITERA-TURE IN MODERN TIMES (A.D 1500-1924) میں لکھتا ہے:

"یورپ کے مصنفین کہتے ہیں کہ جامی فارسی زبان کا آخری قادر شاعر تھا۔ اس کی وفات کے بعد چار صدیوں تک فارسی زبان میں کوئی اور عظیم و بڑا شاعر پیدا نہیں ہوا ہے۔[1]

اور یہی مصنف اپنی دوسری تصنیف تاریخ ادبیات ایران کی جلد سوم میں جامی کے علمی و روحانی مقام کے بارے میں اس طرح رقمطراز ہے:

"وہ (جامی) ان امور اساتذہ اور اکابر میں سے ایک ہیں۔ جنھیں سرزمین ایران نے پروان چڑھایا اور جو اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ وہ (بیک وقت) عظیم شاعر بھی ہیں اور نکتہ رس محقق بھی اور عالی مرتبت عارف بھی۔ ایران میں کسی دوسرے شاعر

* 8 DAL BY AVE بریڈ فورڈ انگلستان۔

کی نظیر کم ملتی ہے جو ان کی طرح اپنی زندگی ہی میں ایسی غیر معمولی عزت و تکریم اور بے پایاں شہرت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہو۔ کوئی استاد سخن اور فارسی کا شاعر بھی موضوعات و فنون کے تنوع میں ان کے پایہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔[۳]

تصانیف جامی کی تعداد

جناب شمس بریلوی صاحب نفحات الانس کے اردو ترجمہ کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

"حضرت جامی قدس اللہ سرہٗ نے عربی و فارسی زبانوں میں اپنی منثور و منظوم تصانیف کا ایک وسیع و قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے چونکہ آپ کی تمام تصانیف شائع نہیں ہوئی ہیں اس لئے تذکرہ نویسوں اور تاریخ ادبیات (فارسی اور عربی) کے مصنفوں میں باہم قدرے اختلاف موجود ہے۔"[۴]

جناب علی اصغر حکمت صاحب (۱۳۱۰-۱۴۰۰ھ) اپنی کتاب جامی میں لکھتے ہیں:

"افسوس کہ مولانا کی تمام تصانیف ہماری دسترس سے باہر ہیں تاہم تہران میں میسر وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ہم مولانا کی جن کتب کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں ان کا تاریخ تصنیف کے لحاظ سے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔"[۵]

مشہور محقق زمانہ صاحبزادہ سید عارف نوشاہی صاحب نے علی اصغر حکمت کی کتاب کا اردو ترجمہ کرنے کے ساتھ اس کا قابل قدر تحشیہ و تکملہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں:

"۱۳۲۰ ہجری شمسی (جو جناب حکمت کی جامی پر زیر نظر کتاب کا تقریبی سال تصنیف ہے) سے لے کر اب تک (۱۳۶۰ ہجری شمسی) کے درمیانی بیالیس برسوں میں محققین اور کتاب شناسوں نے جامی کے چند مزید آثار دریافت کرلئے ہیں۔ ادھر دنیا کے

مختلف کتب خانوں میں موجود مشرقی مخطوطات کی جو فہارس شائع ہوئی ہیں ان میں بھی جامی کے نئے اور پرانے آثار کا ذکر ملتا ہے، فارسی اور عربی ادب کی تاریخ پر کام کرنے والوں نے بھی جامی کی کتابیں دریافت کرنے کے لئے جستجو کی ہے، جامی کی تصانیف کی جامع فہرست مرتب کرنے کے لئے مذکورہ فہارس کتب اور تواریخ ادب سے استفادہ کرنا ناگزیر ہے، جیسا کہ ہم اپنے مقدمہ میں لکھ آئے ہیں کہ جامی کے معنوی اور علمی تعلقات بڑے وسیع تھے اور ترکستان، ہندوستان، ماوراء النہر، روم اور عراق وغیرہ کے سلاطین و اکابر کے ساتھ ان کی خط و کتابت اور تبادلہ کتب رہتا تھا، لہذا ان ممالک کے شاہی، سرکاری اور علمی خاندانوں کے موروثی کتب خانوں سے بھی جامی کے آثار کی تلاش ضروری ہے۔"[۶]

قصہ سیف الملوک کی دریافت

یہ نو دریافت کتاب علامہ جامی کی فارسی تصنیف "سیف الملوک" ہے جس کا نام ہمیں کم از کم ان تمام مآخذ میں کہیں نظر نہیں آیا جو اس وقت تک علامہ جامی کے احوال و آثار کے بارے میں سامنے آچکے ہیں۔

اس نسخے کا تعلق کھڈ شریف کے ذخیرہ مخطوطات سے ہے کیونکہ کاتب کی اسی آستانے سے بیعت طریقت تھی[۷]۔ یہ قصہ نظم و نثر دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

یہ نسخہ ۱۸۶ اوراق / ۱۷۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ تختی سائز ۱۲۲ × ۱۶ cm اور کتابت سائز ۲۰ × ۱۵ cm ہے۔ کتابت خط دیوانی شکستہ نستعلیق میں ہے ہر صفحہ پر ۱۴ تا ۲۱ سطریں ہیں مخطوطہ بالکل صاف ستھرا اور کتابت پڑھی جا سکتی ہے۔

اس کے کاتب امام الدین ولد نظام الدین ولد عبدالغفور ہیں۔ انہوں نے اسے ۱۳۱۲ھ میں کتابت کے اعتبار سے مکمل کیا اور آخری عبارت اس طرح ہے۔

تمام شد این نامہ میمونہ قصہ سیف الملوک مصری از تصنیف حضرت مولانا جامی علیہ رحمۃ الباری بروز چہار شنبہ از دست خام فقیر حقیر امام الدین ولد نظام الدین ولد عبد الغفور مرید پیر دستگیر حضرت خواجہ عالم مولوی زین الدین علیہ الرحمۃ والغفران الی یوم الدین رونق افزا مزارش در بلدہ کھنڈ شریف جنت نظیر

حرسہا اللہ تعالیٰ شانہ من شر

الغبی والغوی بحرمۃ نبیہ

۱۳۱۳ سنہ ہجری المقدس

شاعر کا تخلص | مثنوی میں شاعر نے اپنا تخلص جامی متعدد مقامات پر استعمال کیا ہے۔ حوالے کے طور پر چند اشعار حسب ذیل ہیں:

ولی ہمت ز روح پاک جامی   بخواہ زان سہ پس کن تیز گامی

باسمائی ہمادی است جامی   ازو افسانہ رنگین شد تمامی

مثنوی کا نام | علامہ جامی قصہ سیف الملوک میں لکھتے ہیں:

بہم در زنان کنم ایں نسخہ ایثار   بفرمائے اگر امرم درین کار

بگفتا نام سیف الملک دیریں   بنظمی تازہ کن از کلک مشکیں

برآرش سر ز جیب نیز یکبار   لسان در کہ آرد از صدف زار

ولی ہمت ز روح پاک جامی   بخواہ زان سہ پس کن تیز گامی

سال تصنیف و تعداد اشعار | علامہ جامی نے اس مثنوی کے سال تصنیف کا کہیں ذکر نہیں فرمایا۔ اس کے اشعار کی تعداد ۲۸۷۵ ہے۔

مثنوی کے مندرجات | مثنوی کی ابتدا حسب ذیل حمدیہ شعر سے ہوتی ہے۔

ثنا بر خداوندی کہ ز انعام   دہد جوئندہ و پوئندہ را کام

مخطوطے کے صفحہ نمبر ۴ تک یہ حمد باری تعالیٰ پھیلی ہوئی ہے۔

(۲) پسند کردن و مقبول شدن سلطان بخت بخاطر صفوان شاہ و فرستادن بخت نشین ملک ہند با تجمل و احتشام بادشاہ و نصیحت کردن او

(۳) در حقیقت سلطان بخت از صفوان شاہ و سرافراز نمودن او را بانواع انعام و روانہ شدن او بسوئے ہند از مصر و بر تخت نشستن و داد و دہش نمودن۔

(۴) ارسال کردن گنج بر مال روائی ماضی ملک ہند بسوئے مصر و بنظر شاہ گذشتن و بخشیدن عاجزان و در غم فرزند افتادن صفوان و ترک باشاہی کردن۔

(۵) در غم فرزند افتادن صفوان و ترک باشاہی کردن و در کلبۂ احزان نشستن تا ہفت روز و تفحص کردن وکیلان از حالت بادشاہ و حقیقت آں نمودن۔

(۶) مہیا ساختن و آمادہ کردن تحفہ و ہدایا بر آن نعمان شاہ رائے ملک یمن و فرستادن صالح در انجا بخاطر ملکہ خاتون جہاں آرائے کہ دختر شاہ نعمان بود گوئیند

(۷) عقد بستن جہاں آرائے با صفوان شاہ و روانہ شدن او و ہمین بجانب مصر با فر بادشاہانہ و ورود دادن۔

(۸) رسیدن جہاں آرائے در ملک مصر و استقبال صاحبان حرم او و تمتع یافتن صفوان شاہ ازو و حاملہ شدن او و حقائق آن گوید۔

(۹) تولد شدن شاہزادہ سیف الملوک و ساعد ابن صالح و ہر دو یک روز بوجود آمدند بشارت دادن از تولد آنہا بصفوان شاہ و صالح را و حقیقت صالح ابنہاں از موبدان پرسیدن او گوید۔

(۱۰) بمکتب فرستادن شہزادہ سیف الملوک وصاعد وبہرہ ور شدن او از علم ملوکانہ وآداب بادشاہانہ وآخرآن دیوانہ شدن در سن چہاردہ سالگی گوید۔

(۱۱) برآمدن صفوان بانالہ وآہ و دیوانہ شدن سیف الملوک بجانب بارگاہ وچارہ زن جستن از ساعد ہزارش و فرستادن او در پیش مفتون گوید۔

(۱۲) اندیشہ کردن بادشاہ وآوردن دختر شیخ پاکدامن برائے تسکین شہزادہ وتکرار نمودن وحکایات در پیش مفتون خیال از زرگر جوانی۔

(۱۳) حکایت زرگر جوانی گوید۔

(۱۴) رفتن زرگر بجانب مطلوب راہ امتیاز ہمراہ رموزدان روز اول وحقائق آن در پیش زن معلوم کردن در آں شب وصل محروم ماندن جوان زرگر گوید۔

(۱۵) باز رفتن زرگر بجانب مطلوب از روئے نصائحہ ہمراز در شب دوئم و وصل یافتن وگرفتار شدن در دست عیاران وباز خلاص شدن۔

(۱۶) بقتل رسیدن عیاران از منصوبہ بازی زن زرگر ودوا شدن راسدود وصل طالب ومطلوب واشامیدن شاہزادہ بعد از دو ہفتہ واستدعائے بحکایت دیگر

(۱۷) حکایت دوئم تکرار کردن دختر شیخ دامن باستدعار شہزادہ از حقیقت سخاوند در عصر خود حاتم زمان بود مبتلائے دخت پیشہ۔

(۱۸) بیان اخبار موعود وہائلہ شرائط اخبار مشکلہ درمیان جفت وخت سخاپیشہ وشنیدن از درویش وفاکیش وپذیرفتن بخت آں سخاوند از وشرائط اول گویند۔

(۱۹) در بیان شرط دوئم۔

(۲۰) در بیان شرط سوم۔

(۲۱) در بیان شرط چہارم۔

(۲۲) در بیان شرط پنجم۔

(۲۳) وداع شدن سخاوند از پرضریر بعد امتحان حقائق او بجانب شہر وباغ وقصر ایوان کہ از طلسمات بر کوہ واقع آں عجائبات آں دیدہ از انجا نجات یافتن او

(۲۴) روانہ شدن سخاوند از شہر کمار بجانب گلدستہ دریا کہ پیشروئے درویشی بود امتحان نمودن حقیقت درویش کہ خمس الانفاس برزبان داشت وشرط سوم بجاآوردن گوید۔

(۲۵) رخصت شدن سخاوند از پیش درویش دلریش ومبتلائے عشق جفا کیش بجانب خانہ خارفروش برائے حقیقت نان کہ بدریائے انداخت شرط چہارم۔

(۲۶) وداع شدن سخاوند از خواجہ خار بجانب دخت سخاپیشہ واورا در عقد خود زوردن وبکام دل رسیدن شرط پنجم۔

(۲۷) بیان مادر سانیدن حکایت دوم دختر شیخ پاکدامن وباز دیوانہ شدن سیف الملوک از عشق پری۔

(۲۸) وداع شدن سیف الملوک از پدر ومادر بجانب مطلوب و مرغوب خاطر بی خورد وخواب ادراہ بحرہائے بہر گرداب ورسیدن او در چین۔

(۲۹) رخصت خواستن سیف الملوک از والی چین بجانب قلطط دریا وغرق شدن کشتیہا وکشتی او ودر بحر افتادن از دست زنگیان وگرفتار شدن خلاصی از وئے دختر زنگی یافتن با دو غلام خود۔

(۳۰) رسیدن سیف الملوک در یک جزیرہ با دو غلام وپیدا شدن قومی از شناسان

وحقیقت شنودن ہر دو غلام و زندہ ماندن او رسیدن در شہر بوزنیگان ۔

(۳۱) وداع شدن سیف الملوک از شاہ بوزنیکاں ۔

(۳۲) رسیدن سیف الملوک از سر گشتگیہائے بسیار در پیش ملکہ خاتون کہ از دیو دہ پسر دریائے قلزم بود و ہنشاں یافتن از بدیع الجمال از زبان و کشتن پسر قلزم ۔

(۳۳) رسیدن سیف الملوک از کنارۂ دریائے قلزم سر حبت الحال آمدن فیروز دایۂ ملکہ خاتون و پرسیدن ماجرا از یکدگر و واقف شدن گوید ۔

(۳۴) شناختن سیف الملوک ساعد را از سراندیب و حوالت کردن بکسان خود بعد مراجعت از سیر و شکار و استفسار حقیقت نمودن گوید ۔

(۳۵) رسیدن بدیع الجمال در بستان سراندیب و امیدوار وصل شدن سیف الملوک و خیمہ و خرگاہ ایستادہ کردن و می و نقش برائے او مہیا ساختن گوید ۔

(۳۶) در شب برآمدن بدیع الجمال برائے گلگشت بعد از فراغ رفع اشتیاق با ملکہ خاتون با چندین دیگر از مقربان خود و مبتلائے عشق شاہزادہ شدن و بآواز وطنبور و بکام وصل رسیدن ۔

(۳۷) شبہا برآمدن بدیع الجمال خرامے بجانب خیمہ شاہزادہ از جذبہ عشق ترنم او شنیدن و بی ہوش افتادن از جام وجد در گلشن و خبردار شدن شہزادہ از حالت او گوید

(۳۸) جواب دادن بدیع الجمال سیف الملوک را و نفرعہ و زاری کردن و تدبیر جستن مطلوب در وصل طالب و بیان کردن و وصل یافتن ہمدگر گوید ۔

(۳۹) زاری کردن ملکہ خاتون بدیع الجمال را برائے وصل او و طلب نمودن بدیع الجمال سیف الملوک را و طنبور نوازی کردن او بجائے خود گوید ۔

(۴۰) آمدن سیف الملوک در شب دوئم ہمراہ شہر بانو در بزم مطلوب و مشاہدہ کردن نوادرات و نامہ نوشتن برائے شہر بانو والی شہر سیمین کہ عمہ بدیع الجمال بود و فرستادن عفریت با سریہ گوید ۔

(۴۱) لشکر کشیدن ملک شہپال بجنگ قلزم و شکست دادن بفکرانہ و میر لشکر شدن بدیع الجمال و خلاص کردن از بندہ چاہ سیف الملوک را گوید ۔

(۴۲) رسیدن بدیع الجمال بر سر چاہ و برآوردن سیف الملوک را از بند چاہ و در پیش ملک شہپال آوردن و بنظر بادشاہ گذرانیدن و مقبول شدن و مسئلہ پرسیدن و جواب دادن او ۔

(۴۳) عقد بستن بدیع الجمال با سیف الملوک بآئین شاہانہ و رسم خسروانہ و انعام کردن ملک شہپال او را و بکام دل رسیدن ہمدگر و جفت شدن او گوید ۔

(۴۴) بعد از چہار روز طلب داشتن ملک شہپال از خلوت سیف الملوک را و روانہ کردن بجانب مصر بہ نصیحت و مواعظت بلیغ طوعا و کرہا پسندیدن او گوید ۔

(۴۵) داستان روانہ نمودن سیف الملوک بجانب مصر گوید ۔

(۴۶) انعام و اکرام کردن شہپال سیف الملوک را و روانہ شدن او بجانب مصر از راہ سراندیپ کہ ساعد و ملکہ خاتون منتظر راہ او بودند ۔

(۴۷) عقد بستن ملکہ خاتون ہمراہ صاعد و وداع شدن سیف الملوک از سلطان ایاز بادشاہ سراندیب بجانب مصر و رسیدن آنہا با کام و ناز و خبر یافتن صفوان شاہ از یمنص ۔

(۴۸) برآمدن صفوان شاہ بدیدار سیف الملوک و باز بینا شدن چشم بکرم ربانی

والطاف یزدانی و بر تخت نشستن سیف الملوک گوید۔

(۴۹) در صفت حال عشق حقیقی گوید۔

(۵۰) سامان و سرانجام فرمان روائے عشق گوید۔

(۵۱) تمہید در تصنیف این نسخہ گفتہ شد۔

(۵۲) در مناجات ختم کتاب گوید۔

(۵۳) ختم کتاب گفتہ شد۔

(باقی)

حواشی

[۱] براؤن، ایڈورڈ، جی، جدید دور میں فارسی ادب کی تاریخ (۱۵۰۰ء - ۱۹۲۴ء) ص ۲۶ مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی پریس انگلینڈ ۱۹۲۴ء [۲] حکمت، علی اصغر، نوشاہی، عارف، سید، "جامی" ص ۳۵، مطبوعہ اردو ترجمہ، رضا پبلی کیشنز لاہور، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ / مئی ۱۹۸۳ء [۳] جامی، عبدالرحمٰن، مولانا، نفحات الانس، اردو ترجمہ شمس بریلوی، ص ۴۴، مقدمہ مترجم، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم۔اے، جناح روڈ، کراچی، جون ۱۹۸۲ء [۴] حکمت، علی اصغر، جامی، اردو ترجمہ، سید عارف نوشاہی، ص ۲۹۶، مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۳ء [۵] مشہور زمانہ محقق صاحبزادہ ڈاکٹر سید عارف نوشاہی صاحب نے علی اصغر حکمت کی کتاب کے اردو ترجمہ کے علاوہ ایک شاندار علمی و تحقیقی مقدمہ اور تکملہ آثار جامی تحریر فرمایا ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:

"مولانا جامی کی خط و کتابت ملک التجار دکن ۸۱۰ھ / ۸۸۶ھ کے ساتھ رہی"۔

آگے ملک التجار کا تعارف حسب ذیل الفاظ میں کرایا۔

خواجہ جہاں عماد الدین گیلانی مشہور بہ محمود گاوان ۸۵۱ھ میں بغرض تجارت گیلان سے

احمد آباد (بھارت) پہنچے اور سلطان علاء الدین بہمنی (۸۳۸ - ۸۶۲ھ) کے منظور نظر ٹھہرے۔ سلطان نے انہیں اپنے دربار میں جگہ دی، ہمایوں شاہ ظالم بہمنی (۸۶۲ - ۸۶۵ھ) نے محمود گاوان کو ملک التجار کا لقب دیا اور اپنی وفات ۸۶۵ھ سے قبل اپنے نابالغ بیٹے نظام شاہ بہمنی (۸۶۵ - ۸۶۷ھ) کا وزیر مقرر کیا۔ محمود گاوان کی اصل ترقی و شہرت سلطان محمد شاہ بہمنی (۸۶۷ - ۸۸۷ھ) کے زمانے میں ہوئی۔ فارسی انشار نگاری میں استاد تھے ان کی کتابیں ریاض الانشا، مناظر الانشار اور قواعد الانشا، انشار نویسی میں مصنف کی مہارت کا بہترین نمونہ ہیں رجوع فرمائیں۔ (ایضاً ص ۴۴ تا ۴۸) اس کے علاوہ جناب علی اصغر حکمت صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ ایک ہندوستانی شخص ملک التجار نامی ہے۔ انشائے جامی میں بعض ایسے مکتوبات ملتے ہیں جو ان کے مکتوبات کے جواب میں ہیں (یہی کتاب ص ۱۲۱)

مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی صاحب نے اپنی کتاب مخدوم علی مہائمی حیات آثار و افکار، مطبوعہ نقش کوکن پبلی کیشن ٹرسٹ بمبئی ۱۹۷۶ء کے ص ۶۶ پر بحوالہ تاریخ الاولیاء مصنفہ سید امام الدین گلشن آبادی اور خانوادہ بدرالدولہ کے مصنف مولانا محمد یوسف کوکن کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"فقیہ مخدوم علی مہائمی اور مولانا عبدالرحمٰن جامی کے درمیان خط و کتابت رہی ہے جامی نے فقیہ موصوف کا زمانہ پایا تھا۔ شیخ مخدوم علی مہائمی کی وفات کے وقت جامی کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ لیکن جامی کی کسی تصنیف سے اس کی تصدیق نہیں ہوئی"۔ مخدوم علی مہائمی حیات آثار و افکار ص ۶۶ [۶] حکمت، علی اصغر، جامی، تکملہ آثار جامی از سید عارف شاہ نوشاہی ص ۴۳۵ - ۴۴۳ مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۶ء [۷] کھڈ شریف، سلسلۂ عالیہ چشتیہ کی مشہور قدیم درگاہ ہے۔ یہ مغربی پنجاب (پاکستان) کے مشہور شہر ضلع اٹک کی تحصیل جنڈ میں واقع ہے۔ اس آستانہ عالیہ کے کتب خانہ میں وسیع قلمی ذخیرہ موجود تھا مگر کچھ دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے دیمک کی نذر ہو گیا اور کچھ بچ گیا۔ محققین اس قلمی ذخیرہ سے فائدے لے رہے ہیں [۸] قصہ سیف الملوک، مخطوطہ، مملوکہ، علامہ شکیل الحق، ص ۱۷۲ [۹] ایضاً ص ۱۶۹ [۱۰] ایضاً۔

مطبوعات جدیدہ

علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ از جناب ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، صفحات ۷۷، قیمت ۵۰ روپے، پتہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ۔ بہار۔

علامہ سید سلیمان ندوی کی علمی شخصیت ہشت پہل تھی، قرآن و حدیث، کلام و تصوف سیرت و تذکرہ نگاری اور ادب و انشاء پردازی میں ان کے نقوش بڑے تابندہ و روشن ہیں، فن تاریخ بھی ان کا خاص اور پسندیدہ موضوع تھا، زیر نظر کتاب میں اسی حیثیت سے ایک مبسوط جائزہ لے کر ثابت کیا گیا ہے کہ وہ ایسے بالغ نظر، دیدہ ور اور صاحب شعور مورخ تھے جن کی فن تاریخ پر مجتہدانہ نظر تھی، لائق مصنف نے دارالمصنفین کی تاریخی خدمات پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے، یہ کتاب دراصل اسی مبسوط مقالے کا ایک باب ہے، انہوں نے مختلف عنوانات کے ذریعہ سید صاحب کی تاریخی تصانیف اور مضامین کا سیر حاصل مطالعہ و تجزیہ کیا اور اس کو بڑی محنت اور سلیقے سے پیش کر دیا ہے، خدا بخش لائبریری نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا اہتمام کر کے ایک اور لائق تحسین خدمت انجام دی ہے۔

اورنگ زیب کی داستان معاشقہ، حقیقت یا افسانہ از جناب پروفیسر اکبر رحمانی، متوسط تقطیع، کاغذ و طباعت بہتر، صفحات ۱۲۸، قیمت ۱۰۰ روپے، پتہ: مکتبہ آموزگار، اسلام پورہ، جلگاؤں۔

اورنگ زیب عالم گیر کی نیکی، دین داری اور مذہبی مزاج کی شہرت نے بعض تنگ نظر

مورخین کو تعصب اور تاریخی بددیانتی اور یاوہ گوئی پر آمادہ کیا، خصوصاً یوروپی مورخوں اور ان کے زیر اثر بعض ملکی تاریخ نویسوں نے اپنے سیاسی مفاد و عناد کے تحت اورنگ زیب کو خاص نشانہ بنا کر تاریخ کو مسخ کرنے کا قبیح عمل اختیار کیا، اس کی ایک مثال اورنگ زیب اور ہیرا بائی زین آبادی کے تعلق سے ایک معمولی واقعہ ہے، جس کو بڑھا چڑھا کر بیان کر کے اورنگ زیب کی کردار کشی کی سعی کی گئی، اگرچہ بعض مورخوں نے حقائق کی روشنی میں اس کی تردید کی لیکن یہ افسانہ عام کیا جاتا رہا، زیر نظر کتاب میں فاضل مصنف نے اور زیادہ شرح و بسط اور دلائل و شواہد سے اس افسانہ کی حقیقت واضح کر دی ہے اور منوچی اور اس کے ہمنوا متعصب مورخین کی غلط بیانیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیا ہے، انہوں نے منوچی اور بعض مراٹھی اہل قلم کی روایتوں کے علاوہ احکام عالمگیری اور مآثر الامراء جیسے بنیادی ماخذ اور بعض مستند مسلم مورخوں کی تحریروں سے استفادہ کیا، ضمناً انہوں نے شیواجی کی بیویوں اور باجی راؤ اور مستانی کے متعلق ایسے معلومات بھی یکجا کر دئے جن سے عام طور سے ناواقفیت ہے، کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں موضوع سے متعلق کچھ تصویریں اور نقشے بھی دئے گئے ہیں، یہ تاثر بالکل درست ہے کہ یہ کتاب تاریخی و تحقیقی ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔

پس چہ باید کرد مع مسافر ترجمہ و تسہیل جناب ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۳۰۷، قیمت ۲۰۰ روپے، پتہ: اقبال اکادمی پاکستان ۱۱۶۔ میکلوڈ روڈ، لاہور، پاکستان۔

علامہ اقبال کی فارسی شاعری کا پیغام و فیضان، اردو والوں کے لئے عام کرنے کی غرض سے پاکستان کی اقبال اکادمی نے فارسی مجموعوں کے ترجمے کا ایسا خاکہ بنایا تھا جس میں

ترجمہ کے ساتھ مشکل الفاظ واصطلاحات کی تشریح بھی ہو اور سلاست اور شعر کی نغمگی بھی برقرار رہے، اس سلسلے میں زبور عجم، پیام مشرق اور ارمغان حجاز کے ترجمے شائع ہوئے تو ان کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی، زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کا ایک جزو ہے جس میں علامہ کی دو مشہور مثنویوں پس چہ باید کرد اور مسافر کا ترجمہ وتشریح اس مہارت سے کیا گیا ہے کہ اردو ترجمہ کے حظ کے علاوہ فارسی زبان سے بھی واقفیت بڑھتی جاتی ہے۔

نظام تعلیم وتربیت کا دینی نصاب از شیخ ابوبکر جابر الجزائری، مترجم جناب مفتی عبدالقدوس رومی، قدرے بڑی تقطیع، بہترین کاغذ وطباعت، قیمت درج نہیں، پتہ: جناب عبدالقدوس رومی، مفتی شہر آگرہ، ۹۹۲/۲ غریب خانہ تلسی پور نور اللہ روڈ، الہ آباد۔

عقائد واعمال کی اصلاح اور نفس کی حفاظت وتربیت کی غرض سے زیر نظر دو رسالوں میں قرآن مجید واحادیث صحیحہ کی تعلیمات کا انتخاب پیش کیا گیا ہے، مسجد نبوی کے ایک واعظ اور عالم شیخ ابوبکر الجزائری کانے خدا و بندہ کے گھروں کو جوڑنے کی نیت سے ایک مفید سلسلہ کتاب المسجد وبیت المسلم کے نام سے تیار کیا، جس میں سال کے ہر دن کے لئے ایک مختصر درس ہے، اصلاح وتبلیغ کے لئے یہ واقعی ایک منفرد کوشش ہے جس میں ضروری مسائل اخلاق، آخرت اور دعا جیسے مضامین بھی بڑے دل نشیں اور آسان زبان میں بیان کر دیئے گئے ہیں، ہر درس کے آخر میں درس دینے والوں کے لئے کچھ ضروری ہدایتیں بھی ہیں، فاضل مترجم نے بجا طور پر اس کو دینی نصاب سے تعبیر کیا ہے، اس سے پہلے انہوں نے شیخ موصوف کی ایک اور کتاب کا ترجمہ ندائے رحمان کے نام سے کیا تھا، توقع ہے کہ ان کی یہ کاوش بھی مقبول اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔

(ع ۔ ص)

تصانیف سید صباح الدین عبدالرحمٰن

☆ بزم تیموریہ: اس میں ہندوستان کے تیموری سلاطین کی علم دوستی وعلم پروری کی تفصیل عہد بہ عہد ذکر کی گئی ہے۔ قیمت جلد اول: ۱۵۰ روپے جلد دوم ۵۰ روپے سوم ۵۶ روپے

☆ بزم صوفیہ: مشائخ صوفیہ کا تذکرہ اور ان کی مستند سوانح عمری۔ قیمت: ۱۱۵ روپے

☆ اسلام میں مذہبی رواداری: قیمت: ۶۵ روپے

☆ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی مذہبی رواداری: حصہ اول: ۳۰ روپے دوم: ۳۸ روپے۔ سوم: ۵۶ روپے

☆ ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے: سلاطین ہند کی معاشرتی و تہذیبی زندگی کی مرقع آرائی کی گئی ہے۔ قیمت: ۸۰ روپے

☆ ہندوستان کے سلاطین علماء ومشائخ کے تعلقات پر ایک نظر: قیمت ۷۵ روپے

☆ عہد مغلیہ میں ہندوستان سے محبت وشیفتگی کے جذبات: قیمت ۴۰ روپے

☆ ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں: قیمت: ۲۵ روپے

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی: قیمت ۱۰ روپے

☆ حضرت ابوالحسن ہجویری: قیمت: ۵ روپے

☆ مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر: قیمت: ۲۵ روپے

☆ محمد علی کی یاد میں: قیمت: ۳۵ روپے

☆ بزم رفتگاں: جلد اول: زیر طبع، جلد دوم: ۳۵ روپے

☆ غالب مدح وقدح کی روشنی میں: جلد اول: زیر طبع جلد دوم: ۵۰ روپے

☆ مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف کا مطالعہ: قیمت: ۷۰ روپے

☆ مولانا سید سلیمان ندوی کی دینی وعلمی خدمات: قیمت: ۱۵ روپے

☆ ہندوستان کے عہد وسطی کی ایک جھلک: قیمت: ۸۰ روپے

☆ صوفی امیر خسرو: قیمت: ۳۰ روپے